صرف احمدی نوجوانوں کے لئے

ماہنامہ

جون ۱۹۹۵ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

احمدی نوجوانوں کے لئے!

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

احسان ۱۳۷۴ ہش
جون ۱۹۹۵ء

جلد ۴۲	قیمت ۵ روپے، سالانہ ۵۰ روپے	شمارہ ۸

ایڈیٹر
سیّد مبشر احمد ایاز

پبلشر: مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد"
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

فہرست مضامین

اداریہ

چھٹیاں کیسے گزاری جائیں۔

گرمیوں کی چھٹیوں کا آغاز ہو رہا ہے اور نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد تعلیمی اداروں کے بند ہونے کی وجہ سے فارغ ہوگی۔ لیکن ان چھٹیوں سے آپ بہترین استفادہ کریں کیونکہ فارغ اور نکما بن کر بیٹھ رہنا ایک احمدی خادم کی شان کے خلاف ہے۔

آپ ان چھٹیوں میں اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو اس طرح بھی جاری رکھ سکتے ہیں کہ اگر امتحانات سے فارغ ہوئے ہیں تو آئندہ لائحہ عمل کے مطابق مطالعہ کریں، فری کوچنگ کلاسز Attend کریں۔ اگر آپ خود پڑھا سکتے ہیں تو طلباء کی مدد کریں اور انہیں کچھ وقت دیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے کا بھی یہ بہترین وقت ہے اور اسی طرح مجلس کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور خاص طور پر دعوت الی اللہ کے عظیم فریضہ میں شامل ہو کر اپنے وقت کا بابرکت استعمال کریں۔ اور اس کے علاوہ آپ ان چھٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی علاقے کی سیر کرنے کا پروگرام بھی بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ سیر کرنا بھی بہت سارے فوائد کا حامل ہے۔ ہاں ایک بات اور ہے کہ آپ حسب توفیق سیر کرنے کے لئے شمالی علاقہ جات یا کہیں بھی جا سکتے ہیں البتہ ایک ایسی "سیر" کو بھی اپنے پروگرام میں شامل کر لیں جو کہ سیر تو نہیں ہے البتہ سیر کے بہت سارے مقاصد کو اپنے اندر رکھے ہوئے ہے اور اس کے علاوہ ایک بہت ہی بابرکت سفر اور قیام ہے اور وہ ہے "وقفِ عارضی"۔

وقفِ عارضی کی بابرکت تحریک میں شمولیت بھی گرمیوں کی چھٹیوں میں زیادہ ممکن ہے ــــ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:-

"میں طالب علموں کو خاص طور پر کہتا ہوں کہ چونکہ گرمیوں کی چھٹیاں آرہی ہیں وہ ضرور وقفِ عارضی پر جائیں۔ اُن کا علم بڑھے گا۔ جہاں وہ جائیں گے وہاں کے لوگوں کے لئے انہیں نمونہ بننے کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر نوجوان اُن کے لئے نمونہ بنیں گے تو اُن پر بڑا اثر ہو گا کہ چھوٹی عمر والے اس قسم کا کام کر رہے ہیں۔"

(بحوالہ الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۷۷ء)

اور یوں آپ وقفِ عارضی میں شامل ہو کر پیارے امام کی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت بھی حاصل کر لیں گے اور ساتھ ساتھ آپ کو ایک نئے علاقے کی سیر کا بھی لطف حاصل ہو گا اور اس کے علاوہ جو برکتیں اور نیکیاں آپ سمیٹ کر لائیں گے وہ خالی سیر سے کہیں زیادہ ہوں گی۔

ہاں اس کے بعد اگر وقت ہوا اور توفیق ہو تو شمالی علاقہ جات کی طرف ضرور جائیں اور خالق کائنات کے جلوؤں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ۔۔ اور لطف اندوز ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو ۔

ضروری اعلان

جیسا کہ پہلے بھی اعلان کیا جا چکا ہے کہ ادارہ "خالد" عنقریب سلسلہ احمدیہ کے جیّد عالم، پرنسپل جامعہ احمدیہ اور مفتیٔ سلسلہ

حضرت مَلک سیف الرحمٰن صاحب

کی سیرت و سوانح پر ایک خاص نمبر نکال رہا ہے۔ اس ضمن میں آپ سے گزارش ہے کہ حضرت مَلک صاحب کی سیرت پر مشتمل کوئی واقعہ آپ کے ذہن میں ہو تو سلسلہ کے اس بے نفس اور بزرگ عالم کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ایسے واقعات ہمیں ضرور لکھیں۔

- اسی طرح آپ کی کوئی تصویر یا تحریر آپ کے پاس ہو تو ہمیں ارسال کریں، ہم یہ دونوں چیزیں استعمال کے بعد بحفاظت آپ کو واپس بھجوا دیں گے۔
- یہ تمام چیزیں ۳۰ رجون تک ہمیں ارسال فرما دیں۔ نیز دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ملک صاحب کے شایانِ شان نمبر نکالنے کی توفیق دے۔ آمین
- پاکستان اور پاکستان سے باہر حضرت مَلک صاحب سے تعلق رکھنے والوں کی خدمت خطوط بھی ارسال کیے گئے ہیں اُن سے بھی درخواست ہے کہ جلد از جلد اپنی نگارشات سے نوازیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

(مُدیر "خالد" - ایوانِ محمود، ربوہ
پوسٹ کوڈ:- ۳۵۴۶۰)

کلام الامام ۔ امام الکلام

میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں!
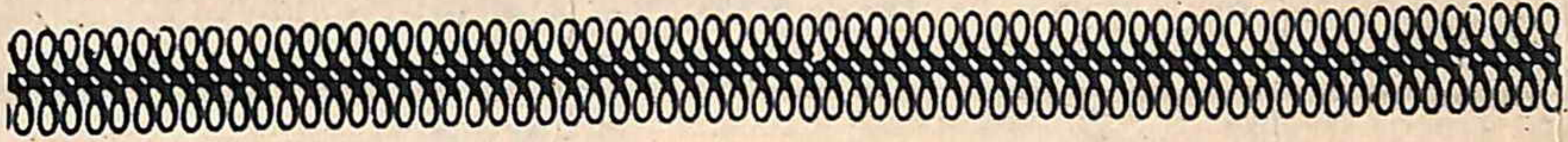
حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہمخیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور یہ دعائیں قبول ہو جائیں گی........

مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر ان کے مونہہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے؟۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر نہ اٹھا رکھو، ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو؟ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں ان کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا!! تو اس امت پر رحم کر۔ آمین"۔

(اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷۔ صفحہ ۴۷۲-۴۷۳)

تیسری قسط

بائبل ایک نظر میں!
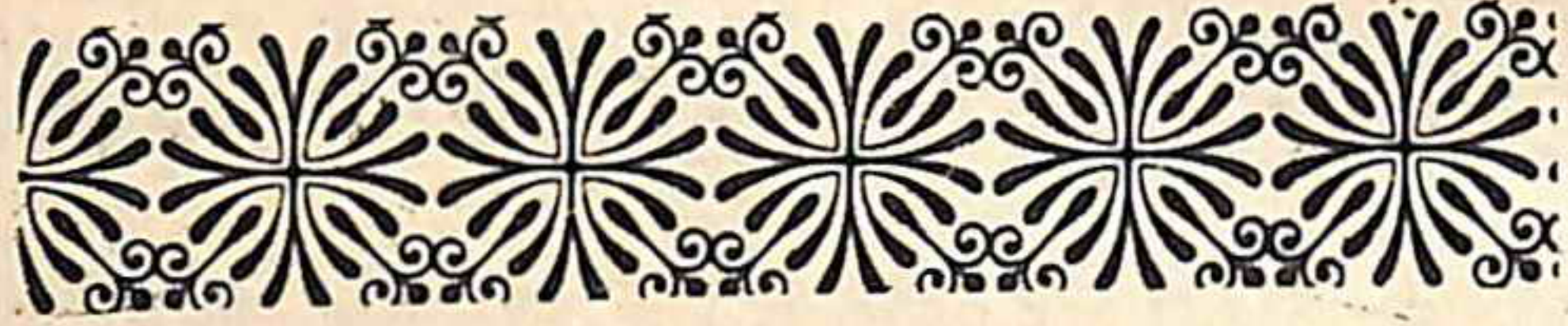
(مقالہ نگار:۔ محترم شیخ عبدالقادر صاحب)

یسعیاہ نبی کا صحیفہ

عہد عتیق کی کتابوں میں ایک شاندار صحیفہ یسعیاہ نبی کی کتاب ہے۔ قرآن حکیم میں اس پیغمبر کو الیسع کہا گیا ہے۔ اس پیغمبر نے آنے والے مسیح اور خاتم الانبیاء ﷺ کے لئے عظیم پیشگوئیاں کی ہیں۔ عبرانی میں یشماعیل کا مخفف یحی ہے۔(انسائیکلو پیڈیا) فرمایا یسی کے تنے سے ایک کونپل پھوٹے گی۔ اس کے ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے والد کا نام بطور تفاول یشماعیل کے نام پر یسی رکھا گیا۔ وہ ایک معمولی آدمی تھے۔ علماء بنی اسرائیل غیر معروف یسی کی طرف چلے گئے حالانکہ یہاں وہ اشماعیل مراد ہے جس سے ایک امت نے پیدا ہونا تھا۔ جسے تورات میں "فرا" کہا گیا یعنی پھلدار پودا۔

اسی طرح آنے والے مسیح کے متعلق یسعیاہ نبی کی پیشگوئی ہے کہ وہ امت کے بقیہ کو تلاش کرے گا۔ اس کا مشن "اسف" سے عبارت ہے۔ یعنی منتشر بنی اسرائیل کا جامع ہوگا۔ وہ بنی اسرائیل کو تلاش کرنے کے بعد ایک چشموں والی زمین میں بسائے گا۔ (۴۹ باب)۔

وادی قمران کے غار سے یسعیاہ نبی کا ایک صحیفہ ملا ہے۔ جس میں بعض جگہ موجودہ مسورائی متن سے مختلف متن ہے۔ قمران سے ملنے والے اس صحیفہ میں اسماء بابلی تلفظ میں ہیں۔ حالانکہ مسوراہی متن میں عبرانی تلفظ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یسعیاہ کا صحیفہ شروع میں بابل میں مرتب ہوا۔ اس کی تدوین تو بابل میں ہوئی۔ بابل سے بنی اسرائیل واپس لوٹے تو کنعان میں اس کے نسخے لے آئے۔

کتاب یسعیاہ کا دوسرا حصہ (یعنی ۴۰ تا ۶۶ ابواب) یسعیاہ نبی نے مرتب نہیں کیا بلکہ تیسری صدی قبل مسیح میں مکتب یسعیاہ کے کسی فرستادہ کے مرتب کردہ ہیں۔ اس لئے اس حصہ کو یسعیاہ ثانی کہتے ہیں۔ اس میں ایران کے شہنشاہ سائرس کا ذکر ہے اور ایک عالمگیر روحانی پیغام کی بشارت ہے۔

Good News Bible (۱۹۷۶ء) میں یسعیاہ کے انٹروڈکشن کا خلاصہ یہ ہے لکھا ہے:۔

"اس کتاب کے دو نہیں تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ ا۔ ۳۹ ابواب پر مشتمل آٹھویں صدی قبل مسیح کے پیغمبر

یسعیاہ نبی کا ہے۔ دوسرا حصہ ۴۰۔ ۵۵ باب سے متعلق ہے۔ اس میں سائرس کا ذکر ہے اور ایک خادم خدا کی پیشگوئی ہے جس کے ہاتھ پر بنی اسرائیل نے بحال ہونا ہے۔ یہ جلاوطنی کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرا حصہ ۵۶۔ ۶۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ یہ ان جلاوطن بنی اسرائیل کو خطاب ہے جو یروشلم میں واپس آگئے۔

اس طرح کم و بیش تین سو سال پر اس صحیفہ کی مرقومات پھیلی ہوئی ہیں۔ یسعیاہ نبی کی ایک بشارت حدیث رسول میں بھی آئی ہے۔ یسعیاہ ۵۱/۵ میں ہے "میرے بازو لوگوں پر حکمرانی کریں گے۔ جزیرے میرا انتظار کریں گے اور میرے بازو پر ان کا توکل ہوگا"۔

یسعیاہ نبی کا صحیفہ جو وادی قمران کے غار سے برآمد ہوا اس میں تین جگہ "میرے" کی بجائے "اس کے" ہے۔
اس کے بازو لوگوں پر حکمرانی کریں۔ جزیرے اس کا انتظار کریں گے۔ ان کا توکل اس کے بازو پر ہوگا۔

گویا اہل قمران کے نزدیک یہ آنے والے عظیم الشان پیغمبر کی پیشگوئی ہے۔ اس خطاب سے پہلے شریعت' عدل' صداقت اور نجات کے قائم ہونے کا ذکر ہے۔ براؤن لی کے نزدیک متن قمران میں تبدیلی کے پیش نظر یہ دراصل پرسنل نام ہیں یا آنے والے کے خطاب۔ شریعت سے مراد شارع ہے۔ عدل سے مراد حکم و عدل' صداقت سے مراد سچائی کا پیکر اور نجات سے سراپا نجات مراد ہے۔

The Scroll And New Testament Brown Lee P. 203

سینٹ مارک کے نسخہ میں ۲۷ مختلف فیہ منفرد قراتیں علماء نے شمار کی ہیں۔ ہیکس بائبل کومنٹری (۱۹۶۳) میں ہے۔

نہایت اہم اور مکمل یسعیاہ کا نسخہ قمران کے غار سے ملا ہے۔ وہ موجودہ مسورائی متن سے کئی جگہ مختلف ہے۔ ایک بڑی تعداد اختلافات کی قابل ذکر ہے۔ لیکن علماء کے نزدیک مسورائی متن زیادہ ترجیح کے قابل ہے۔

صحیفہ یرمیاہ

یسعیاہ کے بعد یرمیاہ کے صحیفہ پر ایک نظر ڈالئے۔ یرمیاہ بنیامین قبیلے سے تھا۔ اس نے شاہ یوشیاہ کے تیرھویں برس یعنی ۶۲۶ قبل مسیح اپنی منادی شروع کی۔ اس نے اعلان کیا۔

"خداوند مجھ سے ہمکلام ہوا اور کہا پیشتر اس کے کہ میں نے تجھے بطن مادر میں بنایا میں تجھے جانتا تھا اور پیشتر اس کے کہ تو رحم سے نکلا میں نے تجھے مخصوص کیا" (یرمیاہ ۴۔۱/۵)۔

بخت نصر کے حملہ میں اس نے بنی اسرائیل کو مشورہ دیا کہ وہ مزاحم نہ ہوں ورنہ ملیامیٹ ہو جائیں گے۔ وہ نہیں مانے کیونکہ جہاد کا غلط تصور ان میں تھا۔ "فی سبیل اللہ فساد" کا نام ان۔ کے ہاں جہاد تھا۔ نتیجۃً وہ تباہ و برباد اور جلا وطن ہوگئے۔ یرمیاہ نبی کا صحیفہ مفصل اور مختصر صورت میں دستیاب ہے۔ آج سے ۲۳۰۰ سال پہلے ستر عبرانی علماء نے عبرانی سے بائبل کا یونانی ترجمہ شروع کیا۔ ان کے پیش نظر ایک مختصر یرمیاہ نبی کا صحیفہ تھا۔ بعد میں مفصل بن گیا۔ یونانی ترجمہ یعنی "سبعینہ" میں عبرانی بائبل کی نسبت صحیفہ کا حجم ۱/۸ ہے۔ ترتیب بھی مختلف ہے۔ گویا یرمیاہ کے صحیفہ میں بہت سے اضافات ہوئے جن سے پیغمبر واقف نہیں تھا۔ پیکس بائبل کومنٹری ۱۹۶۳ء ایڈیشن پر یرمیاہ پر نوٹ ملاحظہ ہوں۔ جگہ جگہ تغیر و تبدل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صحیفہ یرمیاہ میں ہے کہ داؤد کی نسل سے وہ کونپل پیدا ہوگی جس کی ابتدائی بشارت یرمیاہ نے دی ہے۔ (یرمیاہ ۱۵/۳۳)

یہ عجیب بات ہے کہ اس باب کی ۱۳ آیات (۱۴ تا ۲۶) سبعینہ میں نہیں ہیں گویا ۷۲ علماء کے سامنے جو عبرانی نسخہ تھا جس کا تیسری صدی قبل میں یونانی ترجمہ ہوا اس میں یہ آیات ناپید تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بعد کی تعبیر ہے جو اصل یعنی کتاب میں دخیل ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اس بات کو صاف کیا کہ آنے والے نے داؤد کی نسل سے نہیں آنا کیونکہ داؤد اسے بیٹا نہیں بلکہ اپنا خداوند کہتا ہے۔ پیکس بائبل کومنٹری (۱۹۶۳ء) میں یرمیاہ کے صحیفہ پر تبصرہ بڑا فکر انگیز ہے۔ (G۴۶۸)۔ خلاصہ درج ذیل ہے۔

- مسوراہی متن کی نسبت سبعینہ کا حجم ۱/۸ ہے۔
- ترتیب بھی کچھ مختلف ہے۔
- قابل ذکر فرق یہ ہیں۔ سبعینہ میں ۲۱-۲۰/۲۹، ۱۴-۲۶/۳۳، ۴-۱۳/۳۹، ۲۸-۳۰/۵۲ سرے سے موجود ہی نہیں۔
- بعض صورتوں میں سبعینہ کا متن مسوراہی متن سے بہتر ہے۔
- اس کے علاوہ کئی الفاظ بلکہ فقرے حذف ہیں۔

یرمیاہ نبی نے کتاب مقدس میں تغیر و تبدل کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی۔ فرمایا کیونکہ تم نے زندہ خدا، رب الافواج ہمارے خدا کا کلام بگاڑ ڈالا۔ (یرمیاہ ۳۶/۲۳)

کاتبوں نے کلام مقدس میں بطالت کی آمیزش کر دی (یرمیاہ ۸/۸)

ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ بعد ازاں خود نبی کا پیغام تغیرو تبدل کا تختہ مشق بن گیا۔

بائبل اور لفظی الہام

صحف سماوی کے ابتدائی داعیان نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ان کا لفظ لفظ الہامی ہے۔ لفظی وحی کا دعویٰ صرف اور صرف قرآن حکیم کو ہے۔ صحف سابقہ میں خدا کی وحی کشف و الہام' الہامی تعبیرات' نبی کے حالات' اس کی تعلیمات پر مبنی ہیں جو کسی نیک بندے نے روح القدس کی تائید سے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا۔ بائبل کی تاریخی کتابیں الہامی نہیں ہیں۔ کیتھولک بائبل کا حرف آخر بڑا دلچسپ اور فکر انگیز ہے۔ ایک تاریخی نوشتے میں مکابیوں کا خاتمہ کچھ اس طرح ہے:۔

"اگر یہ تالیف اچھی اور بر محل ہوئی تو میری خواہش پوری ہوئی اور اگر کہیں کمی یا خامی پائی گئی تو میں نے وہ کیا ہے جو مجھ سے ہو سکتا تھا کیونکہ جس طرح فقط مے یا فقط پانی کا پینا مضر ہوتا ہے مگر پانی سے ملی ہوئی مے خوشگوار اور بالکل مزیدار ہوتی ہے اسی طرح حکایت میں مرتب بیان پڑھنے والوں کو خوش کرتا ہے"۔

(کلام مقدس مطبوعہ سوسائٹی آف سینٹ پال روما ۱۹۵۸ء)

ظاہر ہے کہ اس طرح کے تاریخی نوشتے الہامی کلام نہیں ہیں۔ اور بائبل کا دعویٰ ہے کہ یہ الہامی ہیں۔ ہاں تورات' زبور' صحف انبیاء ہیں الہامی عنصر ہے۔

نسخوں کا اختلاف

عبرانی نسخوں کا اختلاف ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ تورات کا سامری نسخہ آج بھی موجود ہے۔ موجودہ متن سے اس کے چھ ہزار اختلافات ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار بہت اہم ہیں۔

صحائف قمران کے انکشاف کے بعد زمانہ قبل مسیح کے متن کے بعض حصے پہلی دفعہ منظر عام پر آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مسوراہی متن حرف آخر نہیں۔ دوسری قرائتیں بھی متداول تھیں۔

عہد عتیق کا ایک عبرانی متن وہ ہے جو آج سے ۲۲' ۲۳ سو سال پہلے سکندریہ میں ۷۲ علماء یہود کے سامنے تھا۔ جس کا یونانی ترجمہ انہوں نے کیا جسے سبعینہ کہتے ہیں۔

ایک عبرانی متن آج سے دو ہزار سال پہلے اہل قمران کے پاس تھا۔

ایک عبرانی متن مقدس جیروم (۴۰۰ء) کے پیش نظر تھا۔ جس کا لاطینی ترجمہ ویلگیٹ (Vulgate) تیار ہوا۔

اسی طرح عبرانی متن کا سریانی ترجمہ دوسری صدی عیسوی میں ہوا۔

دوسری صدی میں عبرانی متن کا سریانی متن کے بعض حصوں کا آرامی ترجمہ ٹارگم میں ہمیں ملتا ہے۔

ان سب متون میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہے۔ سبعینہ اور مسوراہی متن میں قابل ذکر اختلافات ہیں۔ اختلافات سے گھبرا کر پہلی صدی عیسوی میں علماء یہود نے ایک متن کو قبول کرلیا اور مختلف فیہ متن جلا دیئے۔ یہ متن بعد ازاں مسوراہی علماء نے (ساتویں سے نویں صدی تک) اعراب لگا کر متعین کر دیا۔ وادی قمران سے عہد عتیق کے جو قطعات ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے مختلف متن یہود کے مکاتب فکر میں چکر لگا رہے تھے۔

قرآن میں تورات کے حوالے

قرآن حکیم نے تورات کے بعض حوالے دیئے ہیں۔ یہ حوالے موجودہ متن میں نہیں ہیں لیکن متبادل قراء توں کے پیش نظر قرآنی حوالے درست ثابت ہوتے ہیں۔ قرآن میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کی شان تورات میں بیان ہوئی ہے اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ یہ حوالہ بظاہر تورات میں نہیں ہے لیکن متن میں بادنی تغیر موجود ہے۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن ۱۹۵۳ء کی رو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے الفاظ ہیں:۔

"خداوند یہواہ فاران کے خطہ کوہستان سے جلوہ گر ہوا اور اس کے ساتھ لاکھوں قدسی تھے۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان لوگوں میں سے (اشداتھ یعنی) مردان غازی جمع ہوئے۔ اس نے اپنے لوگوں سے پیار بھی کیا۔ (استثناء ۲/۳۳)

عبرانی متن تورات میں لکھا اشداہ جاتا ہے۔ پڑھنے میں اس لفظ کو توڑ کر پڑھتے ہیں یعنی اسے اش۔دات مرکب لفظ سمجھ لیا گیا۔ اب پتہ لگا کہ یہ اشدوت ہے۔ جس کے معنے اشداء کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس کے داہنے ہاتھ پر امت کے مرادن غازی جمع ہوئے۔

نیو ورلڈ ٹرانسلیشن میں بایں الفاظ ترجمہ ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے مردان غازی جمع ہوئے۔

حاشیہ میں ایک نوٹ ہے کہ اشداتھ کو توڑ کر پڑھا گیا۔ یہ درست نہیں ہے یہ ایک ہی لفظ ہے۔ اس کے معنی لڑنے والوں کے ہیں۔ مقام غور ہے تورات میں اشداتھ ہے۔ قرآن حکیم میں اشداء۔ قرآن حکیم میں ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ' دانت کے بدلے دانت۔ اس تعلیم میں معافی کی گنجائش بھی تھی۔ فمن تصدق بعد ذالک فقرہ تورات میں نہیں ہے۔ اس سنہری تعلیم کے عدم ذکر کی وجہ سے یہود سخت دل ہوگئے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے۔ آپ نے رحمدلی اور معافی پر زور دیا۔

باقی آئندہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروگرام عشرہ تعلیم و مرکزی امتحانات

عشرہ تعلیم ۷ تا ۱۶ جون ۹۵ء منایا جائے گا۔ یہ عشرہ خصوصیت سے مرکزی امتحان کی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس دوران مندرجہ ذیل پروگرام پر عمل کیا جائے۔

۱۔ ہر خادم کو نصاب سے مطلع کیا جائے اور وہ حتی الامکان خود اس کی تیاری کرے۔

۲۔ روزانہ ایک تعلیمی کلاس جاری کی جائے جس میں خدام کو نصاب کی تیاری کروائی جائے۔

۳۔ تیاری کے لئے مربیان سلسلہ اور انصار بزرگان سے بھی مدد لی جائے۔

۴۔ نصاب کی کتب بروقت فراہم کرلی جائیں۔

۵۔ ۱۶ جون کو مرکزی امتحان ہوگا اس کے پرچے آپ کے قائد ضلع کو پہنچا دیئے گئے ہیں۔ ان سے رابطہ کرکے وقت سے پہلے حاصل کریں۔

۶۔ پرچہ کتب کھول کر حل کیا جاسکتا ہے مگر یہ اہتمام کیا جائے کہ ہر خادم یہ پرچہ خود حل کرے نہ نقل کرے نہ کسی دوسرے سے حل کروائے۔ (ناخواندہ خدام کے لئے مناسب انتظام کیا جائے)

۷۔ پرچہ حل کرنے کے بعد فوری طور پر مرکز بھجوانے کا انتظام کیا جائے۔

۸۔ اگر پرچے کم ہوں تو مرکز سے منگوا لئے جائیں یا فوٹو سٹیٹ کرالیں۔

۹۔ نصاب آپ کو پہلے بھجوایا جاچکا ہے تاہم آپکی یاددہانی کے لئے دوبارہ تحریر کیا جارہا ہے تمام خدام کے لئے ایک ہی نصاب ہے اور وہ درج ذیل ہے۔

ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر۲۱ (تفسیر صغیر کی روشنی میں نوٹس کے ساتھ)، حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر ۲۹۹ تا ۳۴۸، دافع البلاء، کشتی نوح، ذوق عبادت، دینی معلومات۔

(مہتمم تعلیم)

اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ

صحیح بخاری

(تحریر:۔ مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب)

امام بخاری کی یہ معرکتہ الآراء تصنیف انہوں نے کب تصنیف فرمائی معین طور پر تو پتہ نہیں چلتا لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا آغاز ۲۱۷ھ میں کیا ہوگا جب کہ آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔

وجہ تالیف:۔ امام بخاری کے عہد تک احادیث کے بہت سے مجموعے تیار ہوگئے تھے جب انہوں نے ان مجموعوں کو دیکھا اور پرکھا تو ان میں صحیح و ضعیف ہر طرح کی روایات نظر آئیں۔ نیز پہلے جو مجموعے مرتب ہوئے وہ کسی خاص عنوان پر مشتمل ہوتے تھے کسی میں عبادات کاذکر کوئی مسائل نکاح و طلاق پر مشتمل اور کسی میں صرف غزوات و سرایا۔ لیکن صحیح بخاری وہ جامع کتاب ہے جس میں عقائد' عبادات' معاملات' غزوات' تفسیر' فضائل صحابہ' آداب واخلاق' توحید' ملکی سیاست' گھریلو معاشرت وغیرہ جیسے اہم و اصولی بحثوں کے علاوہ جزئی مسائل بھی ہیں صرف اصولی مباحث کی تعداد علماء نے چون تک گنی ہے۔ اسلئے بخاری کو اگر اسلامی علوم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

پس ایک ان مجموعہ ہائے احادیث کا چند ایک موضوعات تک محدود ہونا اور دوسرا صحیح اور ضعیف احادیث کا اختلاط یہ دو مرکزی محرکات تھے جو صحیح بخاری کے مرتب کرنے کا باعث بنے۔

امام موصوف کو احادیث کی چھان بین میں بہت کچھ بادیہ پیمائی کرنی پڑی۔ تا اس شوق بیکراں میں کسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے در بے بہا ان کے ہاتھ لگیں اور وہ ان سے خیالات واهیہ کی گردو غبار جھاڑ پونچھ کر ان کو سنہری ڈبیوں میں بند کر کے محفوظ طاقچوں میں رکھ دیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابواب کی ترتیب انہوں نے آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس استخارہ کرنے اور خوب دعائیں کرنے کے بعد دی۔

(عینی بحوالہ شرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ ۵)

روایات کے متعلق جرح و تحقیق کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام بخاری فرماتے ہیں۔

"جب تک مجھے صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کی تاریخ ولادت و وفات اور جائے پیدائش کا علم نہ ہو جاتا میں کبھی کسی صحابی یا تابعی کی روایت درج نہ کرتا' نیز موقوف روایات اس وقت تک قبول نہ کرتا جب تک کہ قرآن مجید اور سنت نبویہ سے اس کی تائید نہ ہو جاتی" (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۸۸)

اس کتاب کا پورا نام "الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہ و ایامہ" ہے۔

صحیح بخاری کی تالیف

امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے الجامع الصحیح کو مسجد حرام میں تصنیف کیا۔ اور ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھتا اور اس وقت تک کسی حدیث کو کتاب میں درج نہ کرتا جب تک اس کی صحت پر پوری طرح شرح صدر نہ ہوتا۔ امام بخاری کے ایسے اہتمام اور کڑی شرائط کو دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا۔ **كَانَ الْبُخَارِي فِي جَمْعِهِ تَلَقّٰى مِنَ الْمُصْطَفٰى مَا اكْتَسَبَ** گویا کہ امام بخاری نے جو کچھ سیکھا ہے وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے (براہ راست) سیکھا ہے۔ (ارشاد ساری صفحہ ۲۰)

امام صاحب نے تراجم ابواب (یعنی ابواب کے عناوین) روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان مسودہ سے نوٹ کیے اور ہر ترجمہ (باب) کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔ (مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴۹۱)

ابویزید مروزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا اے ابوزید امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دو گے۔ میری کتاب کا درس کب دو گے۔ انہوں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کونسی کتاب ہے فرمایا محمد اسماعیل البخاری کی "الجامع الصحیح"

(مقدمہ فتح الباری صفحہ ۵۷۷)

علامہ نووی بخاری کی شرح کرمانی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ جامع صحیح بخاری بہت عظیم الشان کتاب ہے بلحاظ صحت اور نقل اور روایت اور فہم اور درایت اور جرح و تعدیل کے اصولوں کے مطابق اور احادیث کی صحت اور راویوں کے ضبط اور صاف باطنی اور امام صاحب کے استنباط اور روایات کے انتخاب میں احتیاط الغرض یہ کتاب صحیح الکتب یعنی تمام کتابوں (کتاب اللہ کے بعد) سے صحیح تر ہے۔

جامع صحیح کا مقصد و مقصود اعظم

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مصنف نے پوری کتاب میں صحت کا التزام رکھا ہے اور اس میں صرف احادیث صحیحہ ہی

لائے ہیں۔ اس کے ساتھ انہوں نے فقہی مسائل اور حکیمانہ نکات کا بھی لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ متون احادیث سے بہت سے معانی استنباط فرمائے ہیں اسی طرح آیات قرآنی سے عجیب و غریب معانی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد صرف حدیثیں جمع کرنا ہی نہ تھا بلکہ ان سے احکام کا استنباط کرنا بھی ان کے پیش نظر تھا۔

(مقدمہ فتح الباری صفحہ۶)

اللہ تعالیٰ نے خارق عادت قوائے ذہنی کا مالک بنا کر امام محمد بن اسماعیل جیسا انسان پیدا کیا جس نے صحیح احادیث کو اور صحیح علم فقہ کو اور صحیح علم کلام کو نکھار کر رکھ دیا۔ اور یہ تینوں باتیں ہی صحیح مسند بخاری کا موضوع ہیں۔ اور جیسا کہ امام موصوف نے خواب میں دیکھا کہ وہ آنحضورﷺ کے سامنے کھڑے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے مکھیاں ہٹا رہے ہیں راویوں کی جھوٹی باتیں' فقیہوں کی موشگافیاں۔ متکلمین کے منطقی سفسطے اور متصوفین کے موہومہ خزعبلات یہ سب وہ مکھیاں تھیں جو آپ کے زمانہ میں اسلام کے اردگرد بھنبھنا رہی تھیں امام موصوف نے ان سب کو ہٹا دیا۔

(مقدمہ شرح بخاری جلد نمبر۱ صفحہ۲۶ از زین العابدین)

امام موصوف نے چار سو تیس سے کچھ زائد راویوں سے روایات اخذ کی ہیں جن میں اسی راویوں پر اگرچہ اعتراض ہوئے ہیں لیکن یہ اسی روای اکثر ان کے وہ مشائخ ہیں جن سے امام موصوف ملے۔ اور ان کی صحبت میں ایک عرصہ رہ کر ان کی روایات کو جانچا اور پرکھا۔ امام بخاری کی اس انتہائی احتیاط اور نقد و تعدیل کے مضبوط اصول کا اندازہ اس سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ روایتوں میں سے صرف تین چار ہزار کا انتخاب کیا ہے۔ اور یہ کڑی شرائط اس لئے بھی ضروری تھیں کہ امام بخاری کا زمانہ وہ ہے جس میں کثرت سے روایتیں وضع بھی کی گئیں اور روایت کرنے والوں کی اتنی کثرت ہو گئی تھی کہ محققین کو پانچ لاکھ اشخاص کے حالات کی تحقیق کرنی پڑی۔ صرف ایک سمرقند کے شہر میں چھ سو اور بصرہ میں ایک ہزار روایت کرنے والے موجود تھے۔ اور اس پر مستزاد نئے نئے پیدا ہونے والے مذاہب اور صوفیا کا ایک جم غفیر تھا جو اپنے مسلک اور نظریہ کی تائید میں یا محض ترغیب و تحریص کے لئے روایات وضع کرتے رہتے تھے۔ روایتوں کے اس سیلاب مواج نے دردمندان شریعت محدثین کرام نے اس سیلاب کو روکنے کے لئے فن اسماء الرجال کی باقاعدہ بنیاد ڈالی ان اصول پر وہ اتنی شدت اور دیانتداری سے کاربند ہوئے کہ اسپنگر جیسے کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ان علماء نے راویوں کی جانچ پڑتال میں انتہائی طاقت صرف کی اور ایسے معیار تجویز کیے کہ ان سے بڑھ کر صادق اور کاذب کے درمیان تمیز کرنے کا کوئی معیار تصور میں ہی نہیں لایا جا سکتا۔

(مقدمہ شرح بخاری از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صفحہ۸ جلد۱)

غرض امام بخاری نے نقد و تعدیل کے اعتبار سے روایات کو اس خوبی سے چھانا ہے کہ اصل خلاصہ احادیث نبویہ ہمارے لئے ہوبہو بحال کر دیا ہے۔ اور اس مجموعہ کے تیار کرنے میں ہر اس خدشہ اور احتیاط کو بروئے کار لائے ہیں جس سے اس میں کسی قسم کا نقص پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اندرون کتاب میں عموما اور کتاب العلم میں خصوصا ان اسباب کا ذکر کیا ہے جو احادیث کی صحت اور ان کی حفاظت کا اصل سبب ہوئے۔

بعض متاخرین نے سارا زور لگا کر صحیح بخاری میں سے کل ایک سو دس روایات میں نقص نکالا ہے ان میں سے بتیس تو وہ احادیث ہیں جو امام مسلم نے بھی لی ہیں اور اٹھتر وہ ہیں جن میں امام بخاری منفرد ہیں۔ بخاری کے شارح امام احمد المعروف ابن حجر نے ان روایات کو ایک ایک کر کے لیا اور ثابت کیا ہے کہ امام بخاری کی رائے ہی صائب تھی معترضین کے اعتراضات مبنی بر حقیقت نہ تھے۔

قرآن کریم سے حدیث کی خادمانہ حالت

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے اس اصل کو پیش نظر رکھا ہے کہ اولیت کلام الٰہی کو حاصل ہے اور وہ بطور کسوٹی اور معیار کے ہے اور حدیث دراصل اسی منبع سے نکلنے والی ایک تائیدی گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور جہاں بھی امام صاحب نے محسوس کیا ہے کہ کسی حدیث کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو غلطی لگنے کا احتمال ہے وہاں غلطی سے بچانے کے لئے عنوان باب میں قرآن کریم کی آیت درج کر کے اس احتمال کو نہ صرف دور کیا ہے بلکہ ایک صراط مستقیم دکھایا ہے۔ یہ طریق امام موصوف نے شروع سے لے کر آخر تک ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیف کو بدا الوحی سے شروع کیا ہے کہ اسلام کے تمام اصول و فروع وحی الٰہی اور نبوت پر مبنی ہیں اور انہی اصول کی شرح حدیث نبوی کرتی ہے۔

جامع صحیح بخاری کی خصوصیات

۱۔ امام بخاری کو دوران تالیف جب کبھی تالیف کا سلسلہ چھوڑنا پڑا تو دوبارہ جب بھی شروع کیا تو اس کی ابتداء بسم اللہ سے کی۔

۲۔ امام بخاری کا معمول ہے کہ جب حدیث میں کوئی ایسا لفظ آ جاتا ہے جس کی نظیر کتاب اللہ میں موجود ہو تو اسے پیش کر کے وضاحت فرماتے ہیں۔

۳۔ محدثین کے نزدیک سند عالی کی بڑی خصوصیت ہے بخاری کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں بائیس روایات ثلاثی ہیں۔ (لامع صفحہ ۳۰)

۴۔ امام صاحب ایک روایت سے مختلف استنباط کی غرض سے متعدد بار لاتے ہیں مثلاً "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" والی حدیث تیرہ مرتبہ لائے ہیں۔ ہر چند کہ بظاہر تکرار ہے مگر علماء نے کہا ہے کہ ہر دفعہ سند یا متن میں خفیف سا فرق ضرور ہے نیز ہر دفعہ نیا استنباط تکرار کے ثقل کو دور کر دیتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام موصوف ہر کتاب (چیپٹر) کے اختتام پر کوئی نہ کوئی ایسا لفظ لاتے ہیں جس سے کتاب ختم ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

۴۔ کتاب کی ابتداء اور انتہاء میں گہرا ربط ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنے استاد کا قول نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو کتاب التوحید پر ختم کیا ہے کیونکہ توحید ہی آخرت میں کامیابی یا ناکامی کی اصل میزان ہے اور اسکی ابتداء انما الاعمال بالنیات کی حدیث سے فرمائی کیونکہ اعمال کی عنداللہ مقبولیت کے لئے اخلاص نیت ضروری ہے۔

جامع صحیح بخاری کی شروح و حواشی

بخاری کی اہمیت وافادیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں معروف کتاب لامع میں ایک سو سے زائد شروح و حواشی اور معلقات بخاری کا تذکرہ ہے۔ ان میں معروف فتح الباری امام ابن حجر کی، عمدۃ القاری لامام بدر الدین العینی۔ شرح کرمانی اور قسطلانی ہیں۔

ایک زمانہ میں صحیح بخاری کی قرأت اور ختم بخاری کو خاص اہمیت دی جانے لگی چنانچہ دسویں صدی ہجری کے آغاز میں ماہ رمضان میں قاہرہ کی عام محفلوں میں بخاری کی قرات ہوتی اور ختم بخاری پر بڑا اجتماع ہوتا۔

الجزائر میں لوگ صحیح بخاری کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ الصعید میں صحیح بخاری کو باعث شفا سمجھا جاتا تھا۔ مغرب میں ایک فوجی جماعت "البخاریہ" کہلاتی تھی اس جماعت کے سپاہی فوجی خدمات کے لئے صحیح بخاری پر حلف اٹھاتے تھے۔ (براکلمان تعریب ۱۵۶/۳ بحوالہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ صفحہ ۱۲۳ ذکر بخاری)

امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ بھی کئی کتب تصنیف کیں جنکی تعداد ۲۰، ۲۵ بتائی جاتی ہے۔ صحیح بخاری کے علاوہ امام صاحب کی مشہور تصنیف التاریخ الکبیر ہے جس میں آپ نے صحابہ سے لیکر اپنے عہد تک چالیس ہزار راویان حدیث کے حالات قلمبند کئے ہیں اسی طرح تاریخ الصغیر کتاب الضعفاء اور کتاب الکنی ہے جس میں ایک ہزار راویان حدیث کی کنیت سے بحث کی گئی ہے۔ اسکے علاوہ انکی کتاب الادب المفرد روز مرہ کے مسائل اور احکام پر مشتمل نہایت حسین مجموعہ حدیث ہے۔ (کشف الظنون جلد اول ذکر بخاری صفحہ ۵۴۲ شائع کردہ دارالفکر ۱۹۸۲ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں صحیح بخاری کا مقام

۱۔ فرمایا جو حدیث امام بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں۔

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۰)

۲۔ اپنی معروف تصنیف ازالہ اوہام میں آپ نے افادات بخاری کے عنوان سے دس صفحات پر مشتمل امام بخاری کے بعض نکات لطیف اور معارف دقیقہ کا بطرز تحسین ذکر فرمایا ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۸۵ تا ۵۹۵)

۳۔ فرمایا۔ قرآن شریف کے بعد بالاستقلال وثوق کے لائق ہماری دو ہی کتابیں ہیں ایک بخاری اور ایک مسلم۔ پھر فرمایا صحیح مسلم اس شرط سے وثوق کے لائق ہے کہ جب قرآن یا بخاری کے مخالف نہ ہو اور بخاری میں صرف ایک شرط ہے کہ قرآن کے احکام اور نصوص صریحہ بینہ سے مخالف نہ ہو۔ اور دوسری کتب حدیث اس صورت میں قبول کے لائق ہونگے کہ قرآن اور بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث سے مخالف نہ ہوں۔

(آریہ دھرم صفحہ ۶۰ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۶۰)

واقفینِ نَو کے والدین کے لیے

ضروری اعلان

تمام ایسے احباب جنہوں نے اپنے بچوں کو وقفِ نو کے تحت وقف کیا ہوا ہے اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر وقفِ نو کا فارم پُر کرنے کے بعد اُن کا پتہ تبدیل ہو گیا ہو تو فوری طور پر شعبہ وقفِ نو مرکزیہ (لندن) کو اطلاع بھجوائیں۔ اطلاع دیتے وقت "حوالہ نمبر وقفِ نو" ضرور تحریر کریں تاکہ ریکارڈ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ مرکزی ریکارڈ میں اندراج مکمل ہونا بہت ضروری ہے۔ خاص طور پر مکمل پتہ ضرور درج ہونا چاہیئے اور جب بھی پتہ تبدیل ہو اس کی اطلاع ضرور دی جانی چاہیئے۔

اطلاع بھجوانے کا پتہ:

Incharge Waqfe Nau, (Central)
16 Gressenhall Road
London SW18 5QL
United Kingdom

(انچارج تحریک وقفِ نو مرکزیہ۔ لندن)
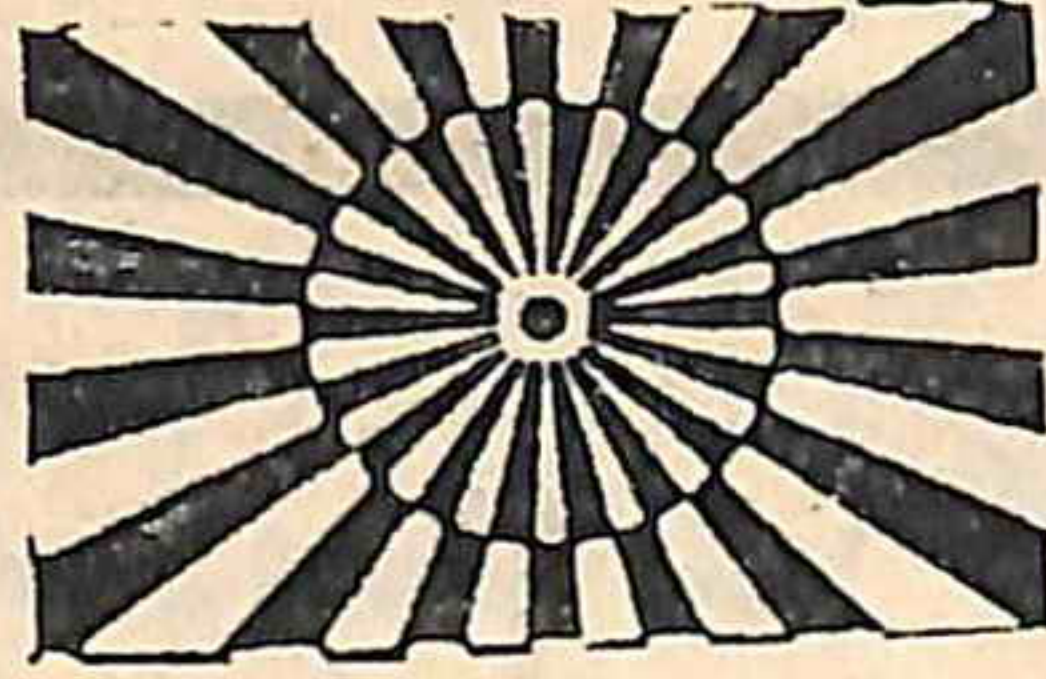
شب و روز ہے محوِ ذکر و عمل
مسلسل لگاتار فکر و عمل
یہی رزم ہے اور یہی بزم ہے
جواں احمدی کا جواں عزم ہے
یہ ہے دست و پا اور زباں خدا
جواں احمدی ترجمان خدا
ازل سے براہیم فن احمدی
حرم گر مگر بت شکن احمدی
اسے جستجوئے رضائے خدا
یہ محوِ محبت' فدائے خدا
مقامِ اطاعت میں مثلِ ایاز
یہی اسکا ہے طرۂ امتیاز
شیاطین باطل کو جکڑے ہوئے
عنانِ زمانہ کو پکڑے ہوئے
اڑا جا رہا ہے ورائے فلک
خجل بازو شاہین و جن و مَلک
قیامت بپا اس کا انداز ہے
جگر سوز آہ جنوں ساز ہے
کنول ہے تموج سے بے باک ہے
نظر پاک اسکی جگر چاک ہے

کشا کش کا جب یہ ہدف بن گیا
توصبر و رضا کا صدف بن گیا
تھپیڑے یہ موجوں کے کھاتا رہا
مگر نورِ فطرت بڑھاتا رہا
صدف سے جو نکلا گہر بن گیا
یہ نخلِ رضا کا ثمر بن گیا
یہ طوفانوں کا سر کچلتا رہا
یہ موجوں کے اوپر اچھلتا رہا
یہ پیہم رواں کوئی منزل نہیں
کہ بحرِ محبت کا ساحل نہیں
کسی ذوق مستور کی بجلیاں
نگاہوں میں ہیں نور کی بجلیاں
تڑپتا سدا نیم خوابی میں ہے
کہ تسکین دل اضطرابی میں ہے
جبیں اسکی محوِ سجود و نیاز
یہی اسکی ہے کامیابی کا راز
اسے خوف کیا رنج و آلام کا
یہ رخ پھیر سکتا ہے ایام کا
ستاروں کا ہم انجمن احمدی
ہے سیارۂ بے وطن احمدی

مکرم عبدالسلام اسلام صاحب

قرار دادِ تعزیت

بروفات محترم بشارت احمد ناصر صاحب (مربی سلسلہ)

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان اپنے ایک سابق مہتمم مکرم بشارت احمد ناصر صاحب کی وفات پر دلی صدمہ کا اظہار کرتی ہے۔

مکرم بشارت احمد ناصر صاحب چک نمبر 84/F ضلع بہاولنگر کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۷۹ء میں زندگی وقف کرکے جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اور امتیازی حیثیت سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد فقہ کے مضمون میں تخصص کرنے کے ساتھ ساتھ جامعہ احمدیہ میں تدریسی فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔

۱۹۸۹ء میں آپ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان میں بطور مہتمم وقارِ عمل شامل ہوئے اور ایک سال خدمت کی توفیق پائی۔ اس سے پہلے آپ مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی خدمات بجا لاتے رہے۔

۱۹۹۰ء میں علالت کے باعث آپ اپنی تعلیمی اور علمی سرگرمیاں جاری نہ رکھ سکے۔ تاہم آخر دم تک خدمتِ دین میں مصروف رہے۔

۵ سال کے دوران آپ کی بیماری کبھی بڑھتی اور کبھی گھٹتی رہی۔ آخر کار ۲۳ مارچ ۱۹۹۵ء کو آپ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ آپ ایک نیک، مخلص اور محنتی انسان تھے۔ کام کو دل لگا کر انجام تک پہنچاتے اپنے پیچھے ایک بیوہ، ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کے لواحقین کا کفیل اور حافظ و ناصر ہو اور انہیں صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

والسّلام

ہم ہیں ممبرانِ عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۱۹۹۵-۵-۷

رئیس المتصوفین

حضرت محی الدین ابن عربیؒ

مرسلہ:- ظفر اللہ خان طاہر صاحب

ابن عربی تصوف کی دنیا میں "شیخ اکبر" کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ اور علمی دنیا میں محی الدین بن علی بن محمد العربی بن احمد بن عبداللہ الطائی الحاتی کے نام سے۔ وہ اسی حاتم طائی کی نسل سے تھے جو اپنی سخاوت کے باعث نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا میں مشہور ہے۔ ابن عربی کا گھرانہ اندلس میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو جانے پر وہاں جا بسا تھا۔

پیدائش:- ۱۷ رمضان ۵۶۰ ھ کو وہ اندلس کے ایک شہر میں پیدا ہوئے۔ اہل اندلس ان کو ابن سراقہ' بھی کہتے ہیں۔ ان کے والد اور چچا بڑے صوفی منش لوگ تھے اور خاصی شہرت رکھتے تھے اور اسلام کے مشہور صوفی اور مبلغ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ایک روایت کے مطابق غوث اعظم نے ان کی پیدائش کی بشارت دی تھی اور ان کا نام بھی تجویز کیا تھا۔

تعلیم:- ابن عربی کے والد نجاری کا کام کرتے تھے مگر تعلیم یافتہ اور بے حد نیک آدمی تھے۔ ابن عربی کی ابتدائی تعلیم حسب دستور گھر ہی پر ہوئی۔ انہوں نے اپنے والد سے قرآن اور حدیث کا درس لیا اور ۵۹۷ ھ میں ان کے ساتھ اشبیلیہ آگئے۔ اشبیلیہ صوفیوں اور علماء کا گڑھ تھا یہاں انہوں نے ابوبکر بن خلف سے فقہ' حدیث اور تفسیر کا درس لیا۔ وہ بچپن ہی سے نہ صرف بے حد نیک' عبادت گزار اور صادق القول تھے بلکہ بے حد ذہین بھی تھے۔ ان کی ذہانت کا چرچا جلد ہی دور دور ہوگیا اور لوگ اکثر ان سے ملنے کے لئے آنے لگے۔ نوجوانی میں جب کہ ان کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی وہ دنیا کے مشہور فلسفی ابن رشد سے ملنے قرطبہ بھی گئے تھے جو اس وقت قرطبہ کے قاضی (Judge) تھے۔

عقائد:- ان کا کنبہ عقائد کے لحاظ سے امام مالک کے فقہی مسلک کا پیرو تھا مگر ابن عربی نے مختلف مکاتیب فکر کے لوگوں سے تعلیم حاصل کی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے آپ کو کسی کا پابند نہ ہونے دیا۔ ان کا چال چلن بے داغ تھا علم شریعت کے ساتھ ساتھ ان کو اندلسی صوفیوں سے بڑا گہرا تعلق خاطر تھا۔

تقریر و تحریر:- عین عالم شباب میں زور قلم کا یہ عالم تھا کہ عربی نظم اور نثر پر یکساں دسترس رکھتے تھے۔ وہ بات

جسے نثر میں لکھنا بھی آسان نہ ہو اس کو بھی نظم میں بے تکان بیان کر دیتے تھے۔ شعر کہنے کا ملکہ فطری تھا اور اکثر و بیشتر فی البدیہہ شعر کہتے تھے۔ عربی زبان کی لغت اور محاورے پر ان کو غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ابن عربی کی زبان میں مہارت، شعر کہنے پر قدرت اور ذہانت کا کوئی جواب نہ تھا۔

روحانی کیفیات:۔ فلسفہ تصوف اور الٰہیات کے اسرار و رموز کے مطالعہ میں جو گہرائی ان کو میسر آئی وہ پھر کبھی کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ وہ جب حمد وثنا میں مصروف ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے بالکل ہوش نہیں ہے۔ عشق الٰہی میں سرشار تھے۔ ان کی روحانی تجلیوں اور کیفیات کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ فکر کی گہرائی کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ انہیں بچپن ہی سے بالکل سچے خواب نظر آتے۔ ان کی کشفی اور الہامی کیفیتیں مسلّم تھیں اور لوگ ان کی بات کو جھٹلا نہ پاتے تھے اور ان کی دلیل کو توڑنا تو کسی طرح آسان نہ تھا۔

۵۹۵ ھ میں شیخ المیریہ گئے تھے وہیں کے قیام میں انہوں نے اپنی کتاب "مواقع النجوم" تصنیف کی تھی۔ ۵۹۷ ھ میں وہ جابیہ (Ceuta) گئے۔ وہاں انہوں نے بہت سے علماء اور صوفیوں سے ملاقاتیں کیں۔ اسی شہر میں انہوں نے اپنا مشہور خواب دیکھا۔ خواب یہ تھا "جیسے آسمان کے تمام ستاروں سے یکے بعد دیگرے ان کا عقد ہوا ہے اور ان کو ایک عجیب روحانی سکون میسر آیا ہے۔ ان کے ایک دوست نے یہ خواب شہر کے ایک تعبیر دینے والے سے بیان کیا تو اس نے بتایا کہ اس پر علوم دینیہ اور اسرار الٰہیہ کھلنے والے ہیں اور اس کا علم و فضل میں کوئی ثانی نہ ہوگا۔

مدرسہ فکر:۔ ۵۹۸ ھ مطابق ۱۲۰۲ء میں ابن عربی نے سرزمین اندلس کو خیرباد کہا اور افریقہ، مصر، مکہ اور بغداد کے لئے روانے ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب اندلس میں مسلمان حکمران صوفیوں کی خفیہ تحریکوں اور معتزلی فلسفیوں کو ناپسند کرتے، فلسفے کی تعلیم عام نہ تھی اور فلسفیانہ عقائد کو اسلامی عقائد کے خلاف ہونے کی وجہ سے کھلم کھلا پھیلایا نہ جاسکتا تھا۔ ابن عربی اندلس سے روانہ ہونے سے قبل ہی اچھی شہرت کے مالک بن چکے تھے۔ وہ اندلس سے نکل کر فارس پہنچے جو علمی مرکز تھا وہاں سے مصر، حجاز، بغداد، موصل، حلب ہوتے ہوئے دمشق پہنچے جہاں وہ مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

مصر میں انہوں نے ایک سال سے زیادہ قیام کیا۔ یہاں کئی مرتبہ ان کے خلاف سازشیں ہوئیں قتل کرنے کے پروگرام بنائے گئے مگر یہ ہر دفعہ بچ گئے۔ ان کے فلسفیانہ عقائد کی وجہ سے طبقہ علماء ان کا دشمن ہو گیا تھا انہوں نے حکومت کو ان کے خلاف کر دیا تھا۔ ایک بار تو سرکاری طور پر ان کو گرفتار بھی کر لیا گیا تھا۔ مگر بعد میں رہا کر دیا گیا۔ آخری بار جب ان کے قتل کا منصوبہ بنایا گیا تو ان کے ایک با اثر دوست نے نہ صرف انہیں مطلع کر دیا بلکہ مصر سے

بحفاظت تمام نکل جانے میں بھی مدد دی اور ان کی زندگی تو زندگی مرنے کے بعد بھی ان کی مخالفت اور موافقت میں بڑے بڑے علماء حصہ لیتے رہے۔ وہ لوگ جو شیخ کے مخالف تھے وہ ان کو ملحد اعظم' کافر اعظم اور زندیق کہتے تھے۔اور وہ جو معتقد تھے وہ شیخ اکبر اور صدیق کہہ کر پکارتے تھے۔

دمشق پہنچنے پر صدرالدین قونوی ان کے معتقد ہوگئے اور صحیح معنوں میں ابن عربی کے جانشین صدرالدین قونوی ہی تھے۔ صدرالدین کی مکمل تربیت ابن عربی نے کی تھی۔ وہ کئی زبانوں کے ماہر اور تمام علوم متداولہ میں دسترس رکھتے تھے۔ ان کی علمی استعداد کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جس زمانہ میں صدرالدین نے ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ کا درس دینا شروع کیا تو درس میں حاضر ہونے والے نوجوانوں میں جلال الدین رومی جیسا ہونہار طالب علم بھی موجود تھا جو بعد میں بذات خود ایک علیحدہ مکتبہ فکر کے بانی قرار پائے اور جن کی تصنیف "مثنوی" لازوال شہرت کی حامل ہے۔

۶۰۱ھ میں ابن عربی بغداد گئے اور دس بارہ دن قیام کیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ان کے خیالات' خواب' اور الہامات کا چرچا ہوچکا تھا اور صوفیائے کرام نے انہیں ایک عظیم ترین صوفی تسلیم کرلیا تھا۔ یہاں سے وہ واپس مکہ آئے جہاں سات سال تک مقیم رہے۔ فتوحات مکیہ کی بنیاد یہیں پڑی۔

ابن عربی نے جو روحانی مقامات حاصل کئے اور ان کی ذات سے جو مشاہدات ہوئے ان میں مکہ کے قیام کو بڑا دخل ہے۔ انہوں نے اپنی مشہور کتاب "فتوحات مکیہ" کا نام بھی اسی رعایت سے رکھا تھا اور اس کے دیباچے میں اس کا اظہار بھی کیا ہے کہ یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کی ہدایت و اجازت کے مطابق لکھی گئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عرفان حقائق کی گرمی کا یہ عالم تھا کہ اگر میں اسے کتابی صورت میں منتقل نہ کر دیتا تو خود جل کر خاک ہوجاتا۔ یہ بات کچھ غلط بھی نہیں ہے کہ انسان حقائق کو بہت دیر تک چھپا بھی نہیں سکتا۔ ان کا سب سے اہم خواب وہ ہے جس میں ان کو رسول اللہ ﷺ نے کتاب لکھنے کی اجازت دی تھی۔ انہوں نے اس کا حوالہ "فتوحات مکیہ" کے دیباچہ میں دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:۔

"میں جب فتوحات مکیہ کا دیباچہ لکھ رہا تھا تو میں نے خواب میں محمد رسول اللہ ﷺ کو حضرت الٰہیہ میں موجود دیکھا۔ ان کے چہرے سے بڑا رعب و جلال ٹپک رہا تھا۔ یکایک ایک منبر نمودار ہوا۔ اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ مقام محمدؐ ہے جو اقدس و اعلیٰ ہے۔ جو صداقت و حقیقت کی تبلیغ کرے گا وہ اس کو بطور وراثت پائے گا۔ عین اس موقع پر مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم و حکمت عطا ہوئے اور میں اس منبر پر چڑھ کر وہاں پہنچ گیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے قدموں میں ایک کپڑا بچھا ہوا تھا تاکہ میں مقام محمد ﷺ کی مخصوص تقدیس کو نہ چھو سکوں"۔

اس خواب میں ابن عربی نے اپنے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان بڑی طویل گفتگو نقل کی ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے "فتوحات مکیہ" میں جو کچھ لکھا ہے وہ ان کو الہامی طور پر معلوم ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو قلمبند کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

اپنے علم وجدانی کے سلسلہ میں ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے دیباچے میں لکھا ہے کہ ایک روز جب وہ طواف کعبہ میں مصروف تھے تو انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنی ہیئت کی لحاظ سے اس دنیا کی مخلوق معلوم نہ ہوتا تھا وہ بھی طواف میں مصروف تھا۔ اس نے ابن عربی کو ایک غیر مانوس نام سے مخاطب کیا۔ جب انہوں نے بتایا کہ میرا نام یہ نہیں ہے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تم کس آدم کی اولاد ہو۔ ابن عربی نے جواب دیا کہ آدم تو ایک ہی ہے۔ اس نے کہا تم غالباً آخری آدم کی اولاد سے معلوم ہوتے ہو۔ اس آدم سے پہلے ہزاروں آدم پیدا ہو چکے ہیں۔

مستقل قیام گاہ:۔ ابن عربی نے اگرچہ بے شمار شہروں کی سیاحت کی لیکن دمشق میں ان کا مستقل قیام تھا۔

وفات:۔ ابن عربی نے ۷۸ سال کی عمر پائی اور ۲۸ ربیع الآخر ۶۳۸ھ ۱۲۴۰ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ نے اپنے بعد دو فرزند چھوڑے جن میں سے ایک زبردست شاعر تھے اور صاحب دیوان بھی۔ دونوں لڑکوں کی قبریں بھی باپ کے قریب ہی جبل قاسیون پر موجود ہیں۔

ابن عربیؒ کے بعض عقائد

وحی:۔ ابن عربی نے الہام اور وحی کی بہت سی قسمیں بیان کی ہیں۔ خود قرآن کریم کی روشنی میں وحی انسانوں کو بھی ہوئی ہے۔ جانوروں کو بھی، مردوں کو بھی اور عورتوں کو بھی۔ جانوروں میں چیونٹی اور شہد کی مکھی۔ عورتوں میں حضرت مریم اور حضرت موسیٰ کی والدہ قابل ذکر ہیں۔ لیکن یہ وحی وہ نہیں ہوتی جو پیغمبروں کو آتی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو

عورتیں پیغمبر ضرور ہوتیں۔ جانوروں میں وحی وقتی نہیں ہوتی بلکہ اسے دوام ہوتا ہے۔ مثلاً شہد کی مکھی اور چیونٹی کو بذریعہ وحی ابتدائے آفرینش میں ایک ایسا شعور عطا کر دیا گیا کہ جس کے ذریعے وہ قیامت تک ایک خاص دائرہ عمل میں مصروف رہیں گی۔ شہد کی مکھی کا چھتا بنانا' پھولوں کے رس سے شہد تیار کرنا' اپنی ملکہ جننا۔ چیونٹیوں کا ایک نظام قائم کرنا' غلہ جمع کرنا' ڈیوٹیاں تقسیم کرنا' ایک خاص نسل کی چیونٹیوں پر مشتمل فوج بنانا' سب انہوں نے اس وحی کے ذریعہ سیکھا تھا جو ان کی پیدائش کے وقت ان کو ہوئی۔ جانوروں کی وحی وقتی یا زمانی نہیں ہوتی اور بار بار نہیں ہوتی۔ عورتوں کو جو ہدایات ملیں وہ وقتی اور زمانی ہونے کے علاوہ کسی فوری ضرورت سے تعلق رکھتی تھیں۔ لیکن نبیوں کو جو وحی کی گئی وہ خود ان کی ذات کی بجائے دوسرے لوگوں کی حالت' اخلاق اور خیر و شر سے تعلق رکھتی تھی۔ اس میں ایک وحی وہ تھی جو قانون بن جاتی تھی۔ دوسری قسم وہ تھی جو اس سے پہلے کی وحی کی تجدید و ترویج کرتی تھی۔ یہ نبوت غیر شرعی تھی۔ وحی کے ذرائع مختلف ہوتے ہیں۔ سچے خواب بھی وحی کی ایک قسم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی بعثت سے پہلے سچے خواب آتے تھے۔ (فتوحات مکیہ۔ جلد ۲ صفحہ ۵۸)

ختم نبوت و ختم رسالت:۔ ابن عربی نبوت و رسالت کو محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم سمجھتے ہیں مگر صرف بحیثیت تشریعی یعنی اب ان کے بعد کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ مگر ایسا نبی آسکتا ہے جو ان کی لائی ہوئی شریعت کی تجدید کرے۔ اس نبی کا اکتساب ذاتی اور بلاواسطہ نہیں ہوتا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے ہوتا ہے۔ اسی طرح ولایت ایک جاری و ساری شے ہے مگر اس میں ایک خاتم ہوتا ہے اور خاتم الاولیاء وہ خود ہیں۔ (یعنی ابن عربی خود خاتم الاولیاء ہیں)۔ اور آئندہ جو اولیاء ہوں گے وہ ان سے کم تر درجہ کے لوگ ہوں گے۔

نبوت جاری ہے:۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ نہ صرف نبوت غیر شرعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جاری رہے گی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اولیاء اللہ کو بھی الہام ہوتا رہے گا۔ ابن عربی کا کہنا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ حقیقت الحقائق ہیں۔ یعنی اللہ نے سب سے پہلے ان کے نور حقیقت کو پیدا کیا۔ دوسری طرف وہ آخری نبی اور رسول ہیں۔ اس طرح ان کے بعد کوئی شریعت نہیں آئے گی مگر اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان رشد و ہدایت کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اور خود شریعت محمدیہ کے متعلق مختلف حالات میں ہدایات کی ضرورت ہوتی ہے۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ بند نہیں کیا جاسکتا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ کسی طرح کی نبوت بھی اکتسابی نہیں ہوتی مگر آدمی اپنے تقویٰ اور طہارت کے ذریعہ ایک ایسی روحانی کیفیت ضرور حاصل کر سکتا ہے جس میں وہ ایک نبی کی طرح اللہ سے براہ راست تعلق قائم کر لیتا ہے۔

معراج۔ جب اللہ کے کسی بندہ کا تعلق اس کے تقویٰ کی بنیاد پر براہ راست اللہ سے قائم ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے روحانی ترقی کی ایک سیڑھی لگا دیتا ہے۔ انسان اگر اس پر برابر چڑھتا رہتا تو ایک دن اس عارف باللہ اور ولی کو اپنی ہمت کے مطابق ح ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ایک خاص ترقی کا زینہ مقرر کیا ہے۔ جو کسی اور دوسرے کے لئے نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں کو گمان ہے کہ ان کو ایسی معراج ہوسکتی ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کو ہوتی تھی مگر یہ بات ممکن نہیں ہے۔ ہر آدمی اور ہر پیغمبر کی معراج الگ الگ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کائنات میں اشرف ترین ہیں۔ اس لئے ان کی معراج بھی اشرف ترین ہے اور وہ قرب جو ان کو نصیب ہوا تھا اب کس اور کو نہیں مل سکتا۔ اولیاء کو جو معراج ہوتی ہے وہ عموماً خود اپنی ذات کے عرفان کا ایک مقام ہوتا ہے۔

ابن عربی کی تصانیف:۔ ابن عربی نے کتابیں اور رسائل بڑی تعداد میں لکھے مگر ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے۔ جامی نے ان کی کتابوں کی تعداد پانچ سو بتائی ہے اور فیروزہ آبادی نے چار سو لیکن خود ابن عربی نے ۱۲۳۴ء میں اپنی موت سے پانچ سال پہلے جو فہرست تیار کی تھی اس کے مطابق ان کی تصانیف کی تعداد ۲۷۹ تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی غور طلب ہے کہ آخر انہوں نے ان پانچ برسوں میں بھی تو کتابیں اور رسائل لکھے ہوں گے اور یہ تعداد یقیناً دس گیارہ سے کم نہ ہوگی۔ اس طرح اندازے کے مطابق ابن عربی نے تین سو کتابیں لکھیں۔ مگر یہاں یہ بتانا بے جا نہ ہوگا کہ اس زمانہ میں ہر رسالہ اور کتابچہ کو بھی کتاب ہی کہا جاتا تھا۔ (ماخوذ از "ابن عربی" مطبوعہ فیروز سنز)

بقیہ از صفحہ...... ۲۷

تھے۔

یہ حال ہے جہاں کے نشیب و فراز کا
حاصل ہے تخت کی جگہ تختہ جہاز کا
الٹی ہی جا کے ہوں گے امان اللہ خان مقیم
درپیش ہے سفر رہِ دور و دراز کا

اس سے بہتر الفاظ میں بد قسمت بادشاہ کی حالت زار کا اور کیا بیان ہوسکتا ہے۔ اس طرح امان اللہ خان ہندوستان سے ہمیشہ ہمیش کے لئے رخصت ہوگئے۔ ایسی حالت میں کہ ان پر نہ کوئی رونے والا تھا اور نہ گیت گانے والا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

"تقویٰ اختیار کریں تاکہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور محبت کا فیض ہمیں ملے" (حضرت مسیح موعود.....)

ع ۔ مجھے دیکھو جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ایک بدنصیب بادشاہ

(مکرم عبدالرحمٰن صاحب شاکر کا مضمون منقول از "خالد" اپریل ۵۷ء صفحہ ۲۷)

میں اپنے آپ کو اس بارے میں بڑا خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ ۲۲ جون ۱۹۲۹ء بروز جمعہ مجھے سابق شاہ افغانستان امان اللہ خان کو بمبئی سے آخری مرتبہ رخصت ہوتے دیکھنا نصیب ہوا۔ وہ تیس ہزار ٹن وزنی ڈاک کے جہاز "ملتان" سے دوپہر کے ایک بجے روانہ ہونے والے تھے۔

مشکل یہ آن پڑی کہ مجھے بمبئی کے جہازوں کے مشہور پلیٹ فارم بیلرڈ پائر (BALLARD PIRE) کا راستہ معلوم نہ تھا۔ گھر سے نکل کر میں ایک طرف کو چل پڑا۔ دو تین موڑ مڑا اور دیکھا تو بیلرڈ پائر پر ہوں۔ کس چیز نے میری وہاں تک راہنمائی کی؟ آج تک میرے لئے معمہ ہے۔ ایک ماہ پیشتر بادشاہ امان اللہ خان تاج ہوٹل بمبئی میں اقامت گزیں تھے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پر تقریباً ایک سال پیشتر امان اللہ خان کو اس وقت کے وائسرائے لارڈ ارون (حال لارڈ ہیلی فیکس) نے یورپی سیاحت پر روانہ ہوتے وقت پورے جاہ و حشم سے الوداع کہی تھی۔

چند ماہ قبل افغانستان کے ملاؤں نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ یہ لوگ ہرگز نہ چاہتے تھے کہ ان کا بادشاہ ان لوگوں کو مجبور کرے کہ وہ انگریزی لباس پہن کر پارلیمنٹ میں آیا کریں اور عورتیں بے حجاب نکلا کریں۔ ادھر بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کا ملک دنیا کے دیگر مہذب ممالک میں شمار ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گنتی کے چند ڈاکوؤں نے بادشاہ کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا اور دارالحکومت کابل پر قبضہ کر لیا۔

بادشاہ بڑا ہی خوش قسمت تھا کہ دارالحکومت سے نکلتے وقت اسے کسی نے نہ پہچانا۔ کابل سے نکل کر راستے میں ایک جگہ موٹر میں سے پٹرول ختم ہو گیا مگر تھوڑی دیر کے لئے قسمت نے یاوری کی، قندھار کی طرف سے سرکاری موٹروں میں پٹرول لاتے ہوئے ٹرک

آنکلے۔ ان ڈرائیوروں نے بادشاہ کو پہچان لیا اور اسے کافی مقدار میں پٹرول میسر آگیا۔ اس کے بعد امان اللہ نے موٹر پوری رفتار سے چلائی اور بہت جلد قندھار پہنچ گیا۔ جہاں اس کے قبیلہ کے لوگ آباد تھے۔

جلد ہی ان کو برٹش حکومت کے سائے میں آنے کی اجازت مل گئی اور چمن کے مقام پر ایک سپیشل گاڑی بھی مہیا کردی گئی جس میں وہ براستہ سکھر، فاضلکا، بٹھنڈہ، دہلی، بمبئی پہنچ گئے۔ قلابہ سٹیشن پر دو سیاہ پردوں والی رولز رائس کاریں بادشاہ کو لینے کے لئے کھڑی تھیں۔

قیام بمبئی کے زمانہ میں وہ کبھی بھی ہوٹل سے باہر نہ نکلے کیونکہ اب وہ شہرت سے گریزاں تھے۔ ہوٹل کے باہر عوام مشتاقِ دید کھڑے رہتے تھے۔ راقم الحروف نے بھی چند شامیں اسی شوق میں گزاریں مگر بے سود۔ یہاں پر بادشاہ کی پریشانیوں میں اضافہ کرنے کے لئے ان کے ہاں ایک لڑکی تولد ہوئی جس کا نام قیام ہند کی مناسبت سے ہندیہ رکھا۔

امان اللہ خان اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر چلے جب انہوں نے ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء کو کابل میں ایک بے گناہ احمدی کو سنگسار کر دیا۔ ۱۹۰۴ء میں ان کے والد امیر حبیب اللہ خان نے حضرت شہزادہ سید عبداللطیف صاحب کو بوجہ احمدیت قبول کرنے کے سنگسار کردیا تھا۔ یہ بزرگ شاہ کابل کے دربار میں نہایت درجہ عزت و احترام سے دیکھے جاتے تھے اور تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے سر پر دستار بندی کیا کرتے تھے۔ دنیوی مال و اسباب بھی بہت دے رکھا تھا۔

ان کے شاگردوں میں سے کسی نے ان کو حضرت مسیح موعود.... کی کتب دیں۔ جن کے مطالعہ کے بعد شوق زیارت بڑھا۔ حج کے ارادہ سے چلے۔ راستے میں قادیان کا عزم ہوگیا۔ اتفاق سے حج پر روانہ ہونے کا وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ حضرت مسیح الزماں کی صحبت کو غنیمت جانا۔ قیام قادیان کے زمانہ میں ہی بذریعہ کشف علم ہوا کہ کابل کی سرزمین آپ کا خون چاہتی ہے۔

وطن پہنچ کر ان سے جواب طلب کیا گیا کہ آپ "قادیانی" کے مرید کیوں ہوگئے ہیں؟ انہوں نے نہایت دلیری سے جواب دیا کہ جب حق ظاہر ہوچکا ہے تو اسے کیونکر قبول نہ کیا جائے۔ آخر کار سر دربار ملاؤں سے مباحثہ ہوا۔ اس میں ملا لوگ قدرتاً عاجز آگئے اور حضرت شہزادہ صاحب پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ ان کو اسلام سے مرتد قرار دے کر سنگسار کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ بادشاہ نے علیحدگی میں بہت سمجھایا کہ آپ کم از کم ظاہری طور پر ہی انکار احمدیت

کردیں مگر مردان خدا سے یہ توقع فضول ہوتی ہے کہ حق کو پا کر وہ پھر انکار کریں۔ آخرکار بادشاہ نے فتوئ قتل پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور حضرت کو شہید کر دیا گیا۔

اس سے قبل امیر حبیب اللہ کے والد امیر عبدالرحمن خان نے ایک احمدی مولوی عبدالرحمن صاحب کو شہید کرا دیا تھا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود.... کا الہام "شاتان تذبحان" پورا ہوا۔

اب قارئین پہلے موضوع کی طرف آئیں۔ جہاز نے پہلی وسل دی تو بیلرڈ پائر کے سنٹر ہال سے دو اشخاص نکلے جو فوراً ہی تمام مجمع کی نگاہوں کا مرکز بن گئے۔ جہاز پر سے مسافر بھی جھک جھک کر دیکھنے لگے۔ دونوں کے چہرے اس بات کا اشتہار تھے کہ وہ بڑے ہی مایوس اور مضطرب ہیں۔

یہ دونوں سابق شاہان افغانستان امان اللہ خان اور عنایت اللہ خان تھے۔ چھوٹے بھائی کے روانہ ہونے کے تین دن بعد ہی عنایت اللہ خان بھی حالات سے مجبور ہو گئے اور انگریزی سفیر متعینہ دربار کابل سر فرانس ہمفریز سے درخواست کی کہ ان کو امان دی جائے۔ چنانچہ اس شاطر سفیر نے فوراً پشاور سے دو وائیکرز وکٹوریا ہوائی جہاز منگوائے اور عنایت اللہ خان مع اپنی خانم کے پشاور پہنچا دیئے گئے۔ جہاں سے بعد میں وہ بذریعہ ٹرین اپنے چھوٹے بھائی کے پاس بمبئی پہنچ گئے۔ بمبئی پہنچ کر ان کے ہاں بھی ایک لڑکی تولد ہوئی۔

دونوں کی شدید سوجی ہوئی آنکھوں سے صاف عیاں تھا کہ وہ بری طرح روئے ہوئے ہیں۔ آخری معانقہ اور مصافحہ کرنے کے بعد امان اللہ خان آہستہ آہستہ جہاز کی سیڑھی پر چڑھنے لگے۔ اس وقت پریس فوٹوگرافروں نے فوٹو لئے جو شام کے اخبارات میں شائع ہو گئے۔

جہاز نے دوسری وسل دی۔ اس وقت ایک مسلم نوجوان نے جہاز کے چند خلاصیوں کو اکٹھا کیا اور زور سے نعرہ لگایا "امان اللہ خان زندہ باد" بادشاہ بہت پریشان ہوا اور لوگ حیران ہوئے کہ یہ کون سا محل تھا نعرہ زنی کا۔

تیسری وسل پر جہاز کے انجن زور سے چلنے لگے اور حرکت شروع ہوئی۔ آہستہ آہستہ جہاز پلیٹ فارم سے دور ہونے لگا۔ نظروں سے جلد اوجھل ہوتے ہوئے اس واژگوں قسمت بادشاہ کو میں دیر تک دیکھتا رہا حتیٰ کہ جہاز کھلے پانی میں چلنے لگا۔ امان اللہ دور دراز اٹلی کو روانہ ہو گئے جو ان کا آئندہ وطن بننے والا تھا۔

دوسرے دن اخبار "تیج" دہلی میں حسب ذیل دو اشعار شائع ہوئے جو نہایت ہی موزوں

بقیہ صفحہ ۲۴

پھر ان سے التفات کا سائل ہوا ہوں میں
خودداری کی شکست پہ مائل ہوا ہوں میں

دیکھا ہے حسنِ یار تصور میں بارہا
دل کے عجائبات کا قائل ہوا ہوں میں

لیتا میں بڑھ کے تھام حسنِ بہار کو
خود اپنی راہ میں حائل ہوا ہوں میں

جی چاہتا ہے جان بھی اس پر کروں نثار
جس کی ادائے ناز سے گھائل ہوا ہوں میں

جس کا وجود جان ہے اس کائنات کی
اب اسکے جانثاروں میں شامل ہوا ہوں میں

مظفر جو بخش دیتا ہے ذروں کو آفتاب
اس دلربا کے پیار کا قائل ہوا ہوں میں

(مرزا مظفر محمود مظفر صاحب۔ فیصل آباد)

ہرسٹ کا قلعہ

(مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری)

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں بہت سے ایسے تاریخی مقامات ہیں جو اپنی وسعت اور بناوٹ اور فن تعمیر کے لحاظ سے عجوبہ روزگار نظر آتے ہیں۔ انسان انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ ان کی تعمیر اور تکمیل کے لئے کس قدر محنت' جانفشانی' ذہنی کاوشوں اور وقت کی قربانی سے کام لیا گیا ہے۔

ان مقامات میں سے ایک قلعہ ہرسٹ (Hearst Castle) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ امریکہ کی مغربی ریاست کیلیفورنیا میں لاس اینجلس شہر سے دو سو میل کے فاصلہ پر شمال میں سمندر کے کنارے ایک بلند پہاڑی پر واقع ہے۔

اس قلعہ کو ایک شخص ولیم رینڈلف ہرسٹ (William Randlahph Hearst) نے تعمیر کروایا تھا۔ اس کی تعمیر کا کام ۱۹۱۹ء میں شروع ہوا اور ۱۱ سال کے عرصہ میں ۱۹۳۰ء کے آخر میں اختتام پذیر ہوا۔ ولیم ہرسٹ اپریل ۱۸۶۳ء کو سان فرانسسکو شہر میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ جارج ہرسٹ (Jeorje Hearst) ایک امیر آدمی تھا۔ اس نے مغربی ریاستوں میں بہت سی زمین کوڑیوں کے بھاؤ خرید لی تھی۔ یعنی صرف ۲۰ سینٹ فی ایکڑ کے حساب سے اور ۱۸۶۵ء تک ایک وسیع و عریض علاقہ اس کی ملکیت میں آگیا۔ اس فیملی کے پاس پیسہ چونکہ وافر تھا لہٰذا ولیم ہرسٹ نے ۱۰ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ہمراہ یورپ کا سفر اختیار کیا اور ۱۸ ماہ تک مختلف ممالک میں گھوما پھرا۔ وہاں اسے آرٹس کی چیزوں کے جمع کرنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ جس میں اس کی والدہ نے بھی اس کی کافی راہنمائی اور مدد کی۔

پھر ۱۸۸۲ء میں اس نے ہاورڈ کالج (Harvrard College) میں داخلہ لیا مگر اس کی زیادہ تر توجہ تھیٹرز' ڈراموں اور تفریحی پروگراموں کی طرف زیادہ رہی۔ تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دیتا لہٰذا اسے کالج سے فارغ کر دیا گیا۔

۲۳ سال کی عمر میں اسے صحافت (Journalism) کا شوق پیدا ہوا اور وہ اخبار سان فرانسسکو ایگزمینز (San Francisco Examiners) کا ایڈیٹر بنا جو اس کے باپ کی ملکیت تھا۔ پھر اس نے شکاگو۔ بوسٹن۔ نیویارک اور لاس اینجلس کے بعض اور اخبارات بھی خرید لئے۔

۴۰ سال کی عمر میں اس نے نیویارک کی ایک لیڈی "میلی کینٹ ولسن" (millicant inillson) سے شادی کی جس سے اس کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔ اس کے بعد وہ سال کا اکثر حصہ فیملی کے ساتھ نیویارک میں گزارنے لگا۔ مگر سال میں اکثر دفعہ ریاست کیلیفورنیا میں بمع فیملی اپنے باپ کی وسیع و عریض زمین پر پکنک منانے آتا۔ وہاں پہاڑی کی چوٹی پر ایک جگہ جسے اس نے San Simeon کا نام دیا کیمپ لگا کر یہ ایام گزارتا۔ ان کیمپوں میں بھی جو ایک گاؤں کا سا سماں پیدا کرتے تعیش کا ہر قسم کا سامان موجود ہوتا۔

اس کے باپ کی وفات کے بعد جب اس کی ماں بھی فوت ہوگئی تو ساری جائیداد ولیم ہرسٹ کے قبضہ میں آگئی علاوہ کئی سو ایکڑ زمین کے ۱۱ ملین ڈالر بھی اسے کیش میں ملے۔ چنانچہ اس نے اس پہاڑی پر ایک شاندار اور بے مثال محل تعمیر کروانے کی سکیم تیار کی جس کے لئے اس نے ایک لیڈی جو فرانس سے سول انجنیئرنگ میں آرکیٹیکٹس کی ڈگری حاصل کرچکی تھی مس جولیا مورگن (Miss Julia Morgon) کی خدمات حاصل کیں اور اسے سان سیمون (San simeon) مقام پر ایک عالی شان عمارت کا ڈیزائن تیار کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ لیڈی جولیا مورگن نے بہت ہی غور و خوض اور ذہنی کاوشوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ۱۹۱۹ء میں ایک عالی شان محل کا ڈیزائن تیار کرکے پیش کیا جسے ولیم ہرسٹ نے پسند کیا اور ۱۹۱۹ء میں ہی اس عمارت کی تعمیر کا کام شروع ہوگیا۔

اس پہاڑی پر عمارتی سامان لے جانا جان جوکھوں کا کام تھا لہٰذا اس کے لئے ٹرک تیار کئے گئے جن کو زنجیروں سے ایک دوسرے سے باندھا جاتا اور ان میں سامان بھر دیا جاتا۔ پھر گھوڑے انہیں کھینچ کر اوپر پہاڑی پر لے جاتے۔ پہلے تین مہمان خانے تعمیر ہوئے۔ پھر مین بلڈنگ تعمیر کی گئی جس کو (Casa grande) کا نام دیا گیا۔ اس چار منزلہ مین بلڈنگ میں ۱۱۵ کمرے تعمیر کئے گئے جو قریباً ۴۵٬۰۰۰ مربع فٹ میں واقع ہے۔ اس میں ۲۶ بیڈ روم، ۳۲ غسلخانے ہیں۔ ۱۴ ڈرائنگ روم اور ایک ڈائننگ روم ہے جو ۲۰۰۰ مربع فٹ میں ہے۔ ۲ لائبریریز ہیں۔ پھر آگ جلانے اور کمروں کو گرم رکھنے کے لئے ۱۳۵ انگیٹھیاں ہیں۔ ایک فلم تھیٹر ہے۔ پھر مزید یہ کہ خادموں کے حصہ میں ایک کچن ایک کھانے کو محفوظ کرنے کا کمرہ، ۱۲ مزید بیڈ روم، ۱۰ غسلخانے ہیں اور ۱۷ اور کمرے ہیں جو ملازمین کے لئے ہیں۔

۹۰۰۰ مربع فٹ تہ خانے میں ۹ بڑے کمرے ہیں۔ ایک شراب خانہ ہے۔ ایک پانی گرم کرنے کا کمرہ، ایک پانی ٹھنڈا کرنے کا کمرہ، اس کے علاوہ ایک آرٹس گیلری، ایک بیوٹی سیلون، پھر دو سومنگ پول تیار کئے گئے ہیں۔ ایک عمارت

کے اندر اور ایک باہر اس طرح ایک ٹینس کورٹ ہے جو ڈیڑھ میل کے ایریا میں پھیلا ہوا ہے۔

ان سب چیزوں کے علاوہ ایک چڑیا گھر بھی بنایا گیا جس میں مختلف اقسام کے جانور رکھے گئے ہیں۔ جو اب بھی زائرین کی توجہ کا باعث بنتے ہیں۔ پانی کو جمع کرنے کے لئے ایک بہت بڑا تالاب بھی تیار کیا گیا۔

پھر اس محل کی سجاوٹ اور زیب و زینت کے لئے دنیا کے مختلف ممالک سپین' اٹلی' ایران' یونان' فرانس' مصر' جرمن' لندن اور بہت سے اور مشرقی اور مغربی ممالک سے بہت سی نادر اور قدیمی اشیاء اکٹھی کی گئی ہیں جن میں قالین' پینٹنگ کا سامان' سنگ تراش کا سامان' سنگ مرمر کے تابوت' مجسمے' کپڑے' جھنڈے شامل ہیں۔ یونان سے ۴ سے ۸ قبل مسیح کے برتن خاص تعداد میں رکھے گئے ہیں۔ اونی اور ریشمی کپڑوں کے پردے جو لٹک رہے ہیں اور چھتوں کے نیچے ہنرکاری کا کام ایک عجیب دلکش نظارہ پیش کرتے ہیں۔ غرض کہ مشرقی و مغرب کی تہذیب اور ثقافت کا ایک امتزاج وہاں نظر آتا ہے۔

یہ سب کچھ دیکھ کر انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ انسان کتنا کوتاہ اندیش ہے کہ اس چند سالہ دنیاوی زندگی کو عیش و عشرت میں گزارنے کے لئے کس قدر سازو سامان اکٹھا کرلیتا ہے اور اس وقت اسے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ایک روز اسے یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہی ملک عدم ہونا ہے۔ چنانچہ ولیم ہرسٹ پر بھی وہ وقت آگیا جب وہ یہ سب محلات اور نمود و نمائش کے سامان چھوڑ کر ۸۸ سال کی عمر میں ۱۴ اگست ۱۹۵۱ء کو فوت ہوگیا۔ اس کی وصیت کے مطابق جو ۱۲۵ صفحات پر مشتمل تھی' اس کی جائیداد میں سے ۲۲۰ ملین کی جائیداد اس کی فیملی کو مل گئی اور بقیہ حصہ کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کر دیا گیا مگر ۱۹۵۷ء میں ہرسٹ کی فیملی نے ساری جائیداد ریاست کیلیفورنیا کے سپرد کردی۔ چنانچہ حکومت نے اسے اپنے قبضہ میں لے کر اسے ایک زیارت گاہ بنادیا اور ۱۹۵۸ء میں اسے عام پبلک کے لئے کھول دیا گیا۔ جس سے حکومت کو لاکھوں ڈالر کی آمد ہونے لگی۔ اس کی زیارت کے لئے پہاڑی کے دامن سے اوپر تک جانے کے لئے ۵ میل کا فاصلہ اب بسوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور سالانہ ایک ملین سے زائد لوگ اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں۔

"نوجوانوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی حالت کو سدھارنے اور دین کی خدمت کے لئے تقویٰ اور سعی سے کام لینے کی طرف توجہ کریں اور اگر آج کوئی جماعت اسے قائم نہ کرے تو تھوڑے عرصہ میں کوئی اس کا نام لیوا بھی باقی نہ رہے گا"۔ (الفضل ۱۳ اپریل ۱۹۳۹ء)
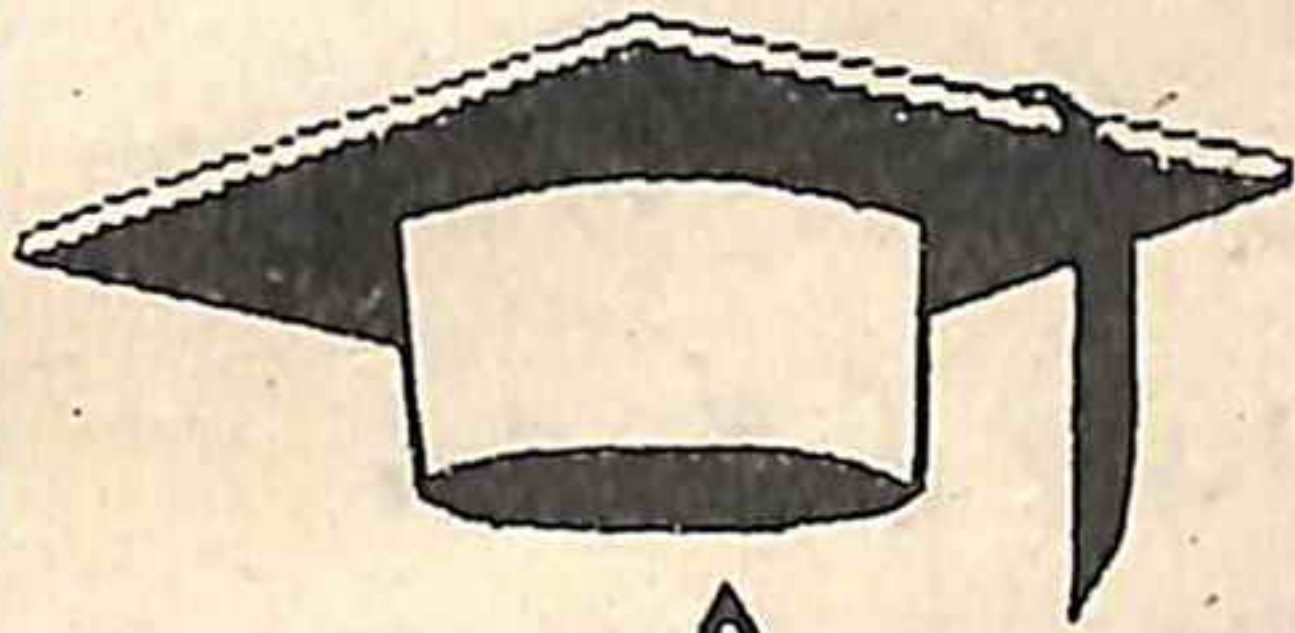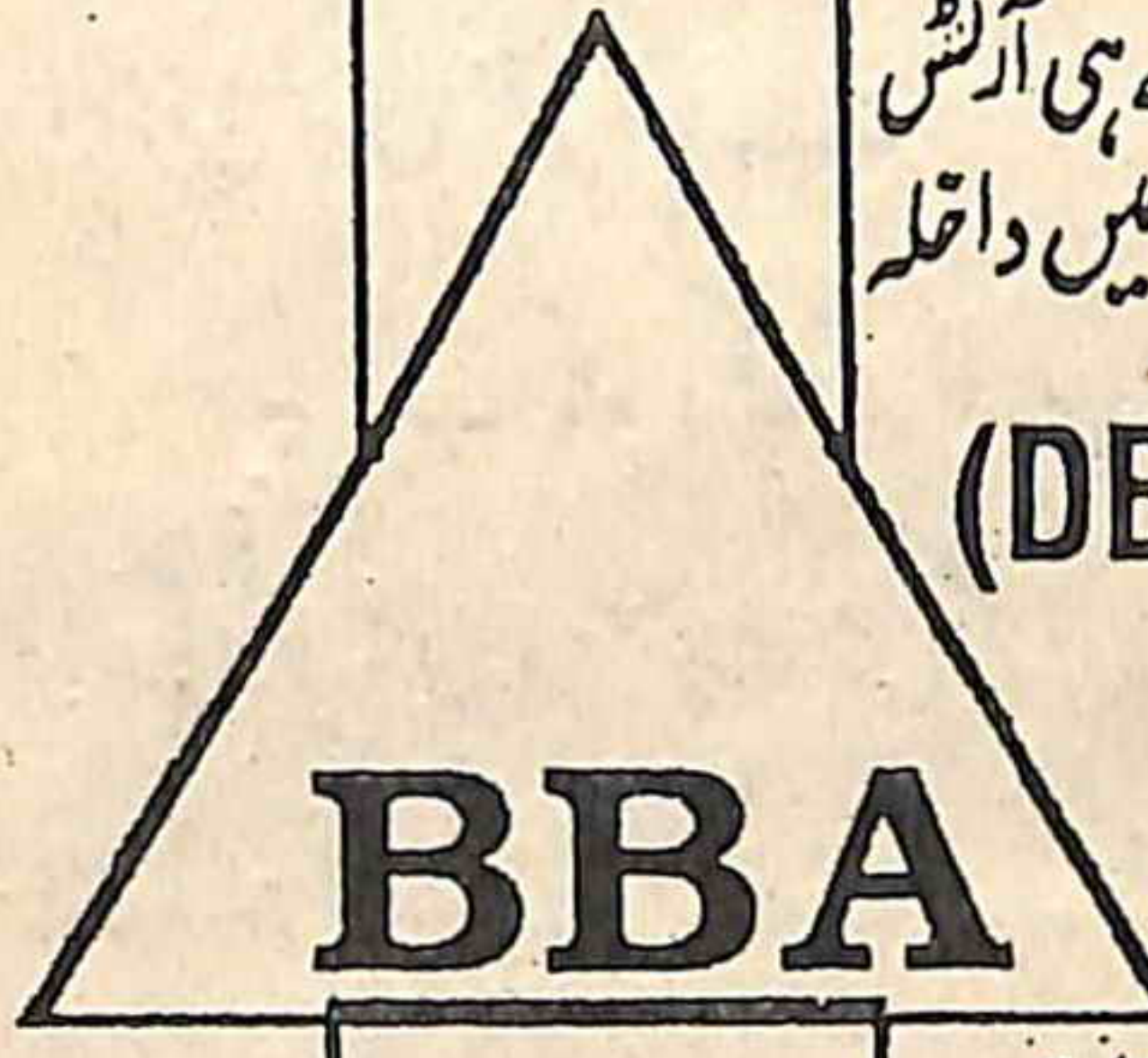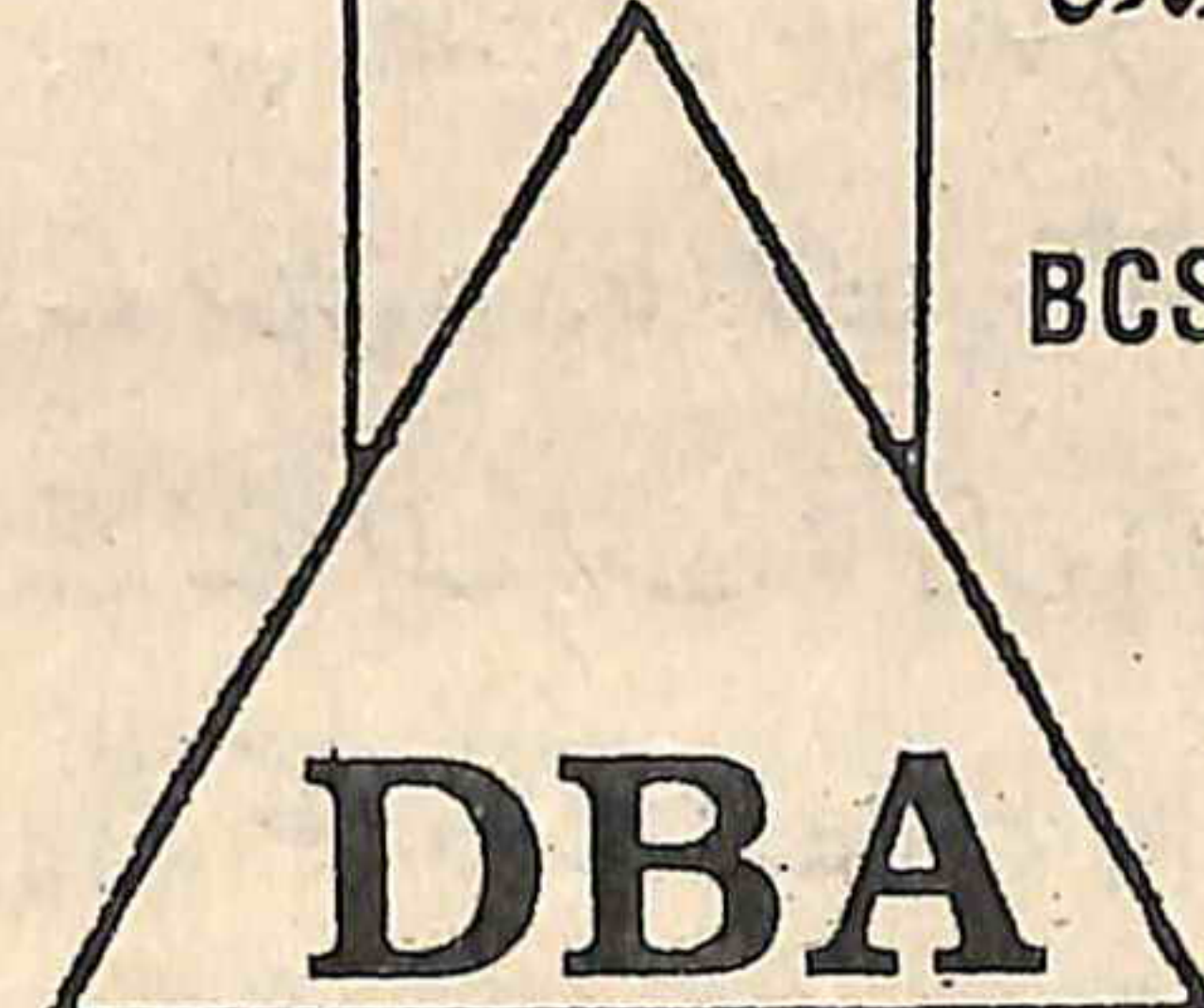
میٹرک کے بعد ہی سے
بزنس ایڈمنسٹریشن
کے شعبے میں ایک باوقار کیریئر کا آغاز
اِنٹرمیڈیٹ اِن بزنس ایڈمنسٹریشن (فرسٹ ایئر)
MBA
BBA
DBA
اگر آپ میٹرک کے رزلٹ کا انتظار کر رہے ہیں اور مستقبل میں
MBA یا .MSc کمپیوٹر سائنسز کرنے کا اِرادہ رکھتے ہیں تو ابھی سے ہی آرٹس
کے مضامین میں انٹرمیڈیٹ (ایف اے / آئی کام وغیرہ) میں داخلہ
لینے کی بجائے انٹرمیڈیٹ اِن بزنس ایڈمنسٹریشن (DBA)
فرسٹ ایئر میں داخلہ حاصل کریں۔
DBA محکمہ تعلیم حکومت پاکستان کا منظور شدہ پروگرام ہے۔
D. Com / I. Com کی طرح ایف اے / ایف ایس سی کے مساوی ہے۔
B.BA/B.Com/B.A/B.Sc. میں داخلے کے لیے DBA کو تمام سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں انٹرمیڈیٹ کے مساوی تسلیم کیا جاتا ہے۔
DBA میں کمپیوٹر سائنسز کو بطور لازمی مضمون شامل کیا گیا ہے۔ اِس لیے بعد میں BCS اور MCS بھی کیا جا سکتا ہے۔
امتحانات پنجاب ٹیکنیکل بورڈ
ڈپلومہ جات پنجاب ٹیکنیکل بورڈ
مزید معلومات و رجسٹریشن کے لیے 30 جون تک کسی بھی قریبی برانچ میں تشریف لائیں
In Affiliation with :-
PUNJAB BOARD OF
TECHNICAL EDUCATION
LAHORE
لاہور کالج آف کمپیوٹر اینڈ مینجمنٹ سائنسز لاہور
لاہور کالج آف کمپیوٹر سائنسز
کلمہ چوک نزد گارڈن ٹاؤن گول چکر L/75، گلبرگ III
233 فیروز پور روڈ لاہور نزد ھنڈا سٹی سیلز
لاہور کمپیوٹر کالج
چوک مینار پاکستان بالمقابل
لیڈی ولنگڈن ہسپتال۔ لاہور
لاہور کمپیوٹر کالج
چوک داتا دربار (حبیب بینک کے اُوپر)
بیرون بھاٹی گیٹ نزد پاکلٹ ہوٹل

سپر کنڈکٹر ــ یا ایک انقلاب

(مکرم محمد نعمان صاحب۔ حیدر آباد)

ایک چھوٹی سی بیٹری ہو جسے آپ ہر وقت اپنے ساتھ رکھ سکیں۔ اس میں بیش بہا بجلی اسٹور ہو۔ جسے ہر ممکن طریق سے استعمال کیا جاسکے۔ بجلی سے چلنے والی ایک خوبصورت کار ہو جو ایک ننھی سی موٹر سے چلے۔ نہ پٹرول کا خرچہ نہ روز روز کی انجن اوور ہالنگ اور قیمت اتنی کم کہ ہر شخص خرید سکے۔ ہوائی جہازوں سے زیادہ تیز رفتار بلٹ ٹرینیں ہوں جن سے دنوں کی مسافت منٹوں میں طے ہو جائے۔ کیا یہ صرف ایک خواب ہے۔ کیا ایسی افسانوی باتوں پر کوئی یقین کر سکتا ہے۔

جی ہاں آپ یقین کریں کہ یہ سب کچھ نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ بہت جلد آپ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں۔ صرف ایک چیز کی دریافت اس خواب کو تعبیر دے سکتی ہے۔ صرف ایک کامیاب تجربہ اس افسانہ کو حقیقت میں تبدیل کر سکتا ہے اور وہ ہے سپر کنڈکٹر۔ بجلی کی نقل و حرکت اور اسے مختلف برقی آلات تک پہنچانے کے لئے ہم مختلف کنڈکٹرز استعمال کرتے ہیں لیکن کم خرچ بالا نشیں کے اصول پر تانبا کا استعمال ہی عام ہے لیکن یہ ایک المیہ ہے کہ اچھا موصل ہونے کے باوجود خالص تانبا بھی تقریباً سات فیصد بجلی منزل مقصود تک پہنچانے سے پہلے ہی حرارت کی شکل میں ضائع کر دیتا ہے۔

سائنسدان ایک عرصے سے ایک ایسی چیز حاصل کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں جو اپنے اندر سے گزرنے کے دوران بجلی کی معمولی سی مقدار بھی ضائع نہ کرے۔ اس کے دو بنیادی فائدے ہوں گے۔

۱۔ بجلی کی معمولی سے معمولی مقدار بھی ایک مقام سے دوسرے مقام تک مکمل طور پر پہنچائی جا سکے گی۔

۲۔ حرارت کی معمولی سی مقدار بھی خارج نہیں ہوگی۔

اسی خیالی چیز کو سپر کنڈکٹر کا نام دیا گیا ہے۔ جسے حاصل کرنے کے لئے سائنسدانوں نے محاورے میں نہیں بلکہ حقیقت میں اپنی نیندیں

حرام کی ہوئی ہیں- ہر کوئی چاہتا ہے کہ یہ کارنامہ اس کے نام لگے اور یقینی طور پر وہ نوبل انعام کا مستحق بھی قرار پائے گا- آخر سپر کنڈکٹر سے کیا ہو گا جو اس کی تلاش میں اتنی کوششیں ہو رہی ہیں- تو آیئے میں آپ کو مختصراً چند باتیں بتاؤں-

آج کا دور تیز رفتار سائنسی ترقی کا دور ہے- اس تیز رفتار ترقی کا ایٹمی توانائی اور کمپیوٹر سے گہرا تعلق ہے- کمپیوٹر کے اندر مائیکرو چپس کا ایک پیچیدہ نظام ہوتا ہے- جسے مزید پیچیدہ کر کے کمپیوٹر کی ذہانت میں کئی گنا اضافہ کیا جاسکتا ہے- اگر آپ کبھی کسی چپ کا خوردبینی معائنہ کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ اس میں کتنی باریک تاریں استعمال ہوئی ہیں- جس سے زیادہ سے زیادہ باریک تاریں لگانا ممکن نہیں کیونکہ بجلی گزرنے کی دوران باریک تاریں حرارت سے پگھل کر سارا نظام درہم برہم کردیں گی- مگر سپر کنڈکٹر چونکہ حرارت خارج نہیں کرتا اس لئے اس سے کئی گنا زیادہ مفید کمپیوٹر اور ایٹمی ری ایکٹر بن سکیں گے-

اس وقت نقل و حرکت کے دوران جو بجلی ضائع ہوجاتی ہے اس سے بہت سا سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے لیکن سپر کنڈکٹر کی وجہ سے ایک طرف تو یہ ہو گا کہ سستے اور زیادہ طاقتور جنریٹر بنیں گے اور دوسری طرف نقل و حرکت کے دوران بالکل بھی بجلی ضائع نہیں ہو گی- اس سے بہت سا روپیہ بچنے کے ساتھ ساتھ بجلی کی بھی فراوانی ہو جائے گی-

بجلی کو بڑے پیمانے پر جمع کرنا ابھی ممکن نہیں جب کہ سپر کنڈکٹر کی وجہ سے یہ ممکن ہو جائے گا کہ ایک چھوٹی سی بیٹری میں بہت زیادہ مقدار میں بجلی اسٹور کی جاسکے- اس جمع شدہ بجلی کو مختلف طریقوں سے استعمال میں لایا جاسکے گا- مثلاً بجلی سے چلنے والی ایسی گاڑیاں بنیں گی جو ایک ننھی سی موٹر سے چلیں گی جسے یہ بیٹری بجلی سپلائی کرے گی-

جاپان نے کچھ عرصہ پہلے ایک تجرباتی ٹرین بنائی جو ۴۰۷ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے- موجودہ دور کی تقریباً تمام بلٹ ٹرینیں برقی مقناطیسی میدان استعمال کر کے اپنے ٹریک سے چند انچ اوپر رہ کر چلتی ہیں- سپر کنڈکٹر کی برقی مقناطیسی قوت زیادہ ہونے کی وجہ سے بلاشبہ ایسی ٹرینیں بھی بنیں گی جو ایک ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکیں گی-

یہ تو چند ایسی باتیں ہیں جنکا ہمیں علم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سپر کنڈکٹر کی دریافت اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعات اپنے ساتھ لائے گی-

اس جادوئی چیز کی دریافت کے سلسلے میں سات آٹھ سال پہلے یہ حقیقت سامنے آئی کہ کچھ دھاتوں کو اگر مائع ہیلیم میں رکھا جائے جس کا درجہ

حرارت (F-۴۵۷) ہوتا ہے تو وہ سپر کنڈکٹر بن جاتی ہیں مگر عملی زندگی میں اتنا کم درجہ حرارت برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ جوں جوں اس میدان میں پیش رفت ہوتی گئی مزید مفید چیزیں سامنے آتی گئیں۔ جدید ترین رپورٹ کے مطابق (F-۹۸) پر بھی کئی چیزیں سپر کنڈکٹر پائی گئی ہیں لیکن یہ درجہ حرارت بھی قابل عمل نہیں۔ بہر حال سائنسدانوں کو یقین ہے کہ بہت جلد ہی وہ عام درجہ حرارت پر کام کرنے والے سپر کنڈکٹر بھی دریافت کرلیں گے اور وہ دن ایک انقلابی دن ہوگا۔

اس کام کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے بہت سارے ممالک اس ٹیکنالوجی کے حصول کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ترقی یافتہ دنیا کے علاوہ چین اور بھارت کے سائنسدان بھی اس میدان میں کافی آگے جا چکے ہیں اور امید کی جا رہی ہے کہ اس میدان میں چین دوسری دنیا کو مات دے جائے گا۔ یقیناً جو بھی یہ دوڑ جیتے گا اس کے آگے ایک نئی منزل ہوگی۔ اس قوم کے افراد ہونے کی وجہ سے ہم تو صرف انتظار کرنے والوں میں ہیں اور دعا گو ہیں کہ خدا وہ دن جلد لائے جب اس دنیا میں انسانی عظمت کا ایک نیا سورج طلوع ہو۔

ادارہ خالد سے خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

مجلہ خدام الاحمدیہ ضلع گجرات

تاریخ احمدیت ضلع گجرات کے متعلق ایک یادگاری مجلہ شائع کرنے کا پروگرام ہے جس میں رفقاء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور خدمت سلسلہ کرنے والے احباب کے ایمان افروز واقعات شامل ہوں گے۔ ایسے بزرگان کے متعلق معلومات مع تاریخی اور مصدقہ حوالہ جات، تصاویر درکار ہیں۔ احباب جو تصاویر وغیرہ مہیا کریں گے ایسی اشیاء استفادہ کے بعد واپس کردی جاویں گی۔ ۳۰ جون ۱۹۹۵ء تک احباب مندرجہ ذیل پتہ پر تصاویر اور معلومات بھجوادیں۔

ملتمس: چوہدری عبدالقادر غیور ولد چوہدری عبدالرحمٰن صاحب نمبردار کھاریاں ضلع گجرات

(قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گجرات)

قسط نمبر5

"خالد" کا سفر

شمارہ نمبر۱۔ نومبر ۵۶ء۔ صفحہ ۷ پر مکرم قریشی محمد عبداللہ صاحب کا مضمون "سینہ کا راز" صفحہ ۱۱ پر نورالحق خان صاحب کا مضمون بعنوان "اقوام متحدہ پر ایک نظر"۔ مکرم یحیٰ فضلی صاحب کا مضمون صفحہ ۱۷ پر "مجھے انہوں نے متاثر کیا" اور صفحہ ۲۱ پر "خدا تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ خلافت ثانیہ کے ساتھ ہے" کے عنوان سے مکرم نذیر احمد صاحب رائے ونڈ کا مضمون، صفحہ ۲۶ پر "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ" کے مضمون کی دوسری قسط ہے اور صفحہ ۳۰ پر خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی کا مضمون "خلافت ثانیہ کی حقانیت پر ایک آسمانی شہادت"۔ "قادیان سے ووکنگ مشن تک" مکرم چوہدری فتح محمد صاحب سیال کا مضمون صفحہ ۳۵ پر، اس کے علاوہ شذرات، وصایا اور خدام الاحمدیہ کے اعلانات اور صفحہ ۴۳ پر بچوں کا صفحہ ہے۔ منظومات میں پرویز پروازی صاحب کا کلام صفحہ ۳ پر

دلوں میں سوزِ محبت نظر میں حسنِ جمیل — یہی ہے اہلِ طریقت کی زندگی کی دلیل

صفحہ ۵ پر حضرت قیس مینائی صاحب کی رباعیات ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ فرمائیں۔

تھی جان لبوں پہ تشنگی سے ساقی — مایوس تھا کوئی زندگی سے ساقی
صد شکر کہ آیا تو مسیحا بن کر — دی تو نے نجات خستگی سے ساقی

صفحہ ۶ پر شاہد منصور اور صفحہ ۲۱ پر افضل ترکی صاحب اور صفحہ ۳۴ پر "شمع" کے عنوان سے جناب عبدالسلام ظافر کا کلام ہے۔

شمارہ نمبر۲۔ دسمبر ۵۶ء۔ صفحہ ۳ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ کا مضمون "الکفر ملۃ واحدۃ" صفحہ ۶ پر چوہدری محمد عبداللہ صاحب ڈائریکٹر فضل عمر ریسرچ کا مضمون "فارغ اوقات کے علمی مشاغل" صفحہ ۹ پر "خلفاء عباسیہ کے عہد میں علم کی گرم بازاری" جناب شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی کا مضمون ہے۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کا عشق" کے عنوان سے مکرم یحیٰی فضلی صاحب کا مضمون ہے، صفحہ ۱۶ پر "عربی صحافت کی تاریخ" از قلم مظفر سمیع اللہ قریشی "اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش واقعات" از قلم چوہدری محمد طفیل صاحب منیر شاہد صفحہ ۲۰۔

اس کے علاوہ شذرات، آپ کا کالم، بچوں کی محفل اور خدام الاحمدیہ کے اعلانات ہیں۔ منظوم کلام میں روشن دین صاحب تنویر، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد، امین اللہ خان صاحب سالک اور مکرم قاضی محمد ظہورالدین اکمل صاحب کا کلام

رسالہ کی زینت بنا ہے۔

شمارہ نمبر ۳،۴ جنوری فروری ۵۷ء:۔ "جرمنی میں مذہبی تعصب اور شگون پرستی" کے عنوان سے ابوالحسن صاحب کا مضمون صفحہ ۶ پر۔ صفحہ ۹ پر محمد اجمل شاہد صاحب "امام مہدی اور مولانا مودودی" کے عنوان سے لکھتے ہیں اور صفحہ ۱۳ پر "بچوں کی نفسیات اور والدین" از قلم رشید احمد صاحب صفحہ ۱۷ پر۔ "جنگل میں منگل" از قلم حفیظ الرحمٰن واحد صاحب اور محمد اشرف ناصر صاحب کا مضمون "اشتراکیت میں مذہب کی حیثیت اور اسلام" صفحہ ۲۴ پر۔ اسلامی تاریخ کے ناقابل فراموش واقعات از قلم محمد طفیل منیر شاہد صاحب صفحہ ۲۸ پر۔

اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے اعلانات اور دیگر مستقل کالم ہیں۔ منظومات میں روشن دین صاحب تنویر، امین اللہ خان صاحب سالک، عبدالسلام اختر ایم۔اے، افضل ترکی، قاضی مسعود احمد اور پرویز پروازی صاحب کا کلام ہے۔

شمارہ نمبر ۵۔ مارچ ۵۷ء:۔ صفحہ ۹ پر حضرت اللہ پاشا صاحب رقم فرماتے ہیں "میں نے احمدیت کیسے قبول کی"۔ صفحہ ۱۴ پر "تردید الوہیت مسیح" از قلم خواجہ خورشید احمد صاحب سیالکوٹی، حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل کا مضمون "الوصیت پر ایک نظر" صفحہ ۱۹ پر۔ مہر چند کھنہ صاحب صفحہ ۲۹ پر "آنکھوں کی حفاظت" کے متعلق لکھ رہے ہیں اور اس کے علاوہ "مرکز کی آواز" کے تحت مجلس کے اعلانات اور پروگرام ہیں۔

منظومات میں سب سے پہلے صفحہ ۳ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تازہ کلام ہے۔

اس کے علاوہ "مجاہد کشمیر کے نام" ماسٹر محمد ابراہیم صاحب شاد کا کلام، اختر گوبند پوری صاحب "مقام محمود" کے عنوان سے حضرت امام جماعت کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

اسی شمارہ میں بزرگ "رفیق" بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وفات کا اعلان اور قرارداد تعزیت بھی شامل ہے۔

شمارہ نمبر ۶۔ اپریل ۵۷ء:۔ "آزادی کی پہلی کوشش" کے عنوان سے ابن نیاز فاروقی صاحب صفحہ ۸ پر مغلیہ سلطنت کے زوال کی داستان بیان کرتے ہیں۔ صفحہ ۱۳ پر معلومات عامہ میں علم حدیث کے بارے میں مفید معلومات ہیں۔ صفحہ ۱۶ پر "آنکھوں کی حفاظت" کا مضمون ہے۔ صفحہ ۲۲ پر مکرم سلطان محمود خیال، صاحب اور صوفی عبدالغفور صاحب بیان فرماتے ہیں کہ "میں نے احمدیت کیسے قبول کی"۔ صفحہ ۲۸ پر کو زریں ہدایات" کے عنوان سے وہ ہدایات شائع ہوئی ہیں جو ۱۹۱۵ء میں حضرت مصلح موعود نے حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب کو اپنے دست مبارک سے لکھ کر دی تھیں۔

اس کے علاوہ عبدالمنان صاحب ناہید، شاہد منصور صاحب، افضل ترکی صاحب اور ڈاکٹر مرزا محمد یوسف صاحب ایاز کا منظوم کلام ہے۔

شمارہ نمبر ۷۔ مئی ۵۷ء:۔ صفحہ ۳ تا صفحہ ۱۴ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی وہ تقریر ہے جو "خلافت حقہ اسلامیہ" کے عنوان سے آپ نے جلسہ سالانہ ۵۶ء پر ۲۷ دسمبر ۵۶ء کو فرمائی تھی۔

صفحہ ۱۹ پر "دنیا کی عمر" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے اقتباسات ہیں۔ صفحہ ۲۰ پر جناب محمد صدیق صاحب "سیرالیون میں اسلام" کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ صفحہ ۲۷ پر "غیر مبائع احباب کے لئے لمحہ فکریہ ہے" از قلم عبدالسلام طاہر صاحب۔ صفحہ ۳۶ پر "وقار عمل اور اس کی اہمیت" بیان فرماتے ہیں۔ صفحہ ۴۱ پر "تحریک آزادی کی پہلی کوشش" کی دوسری قسط ہے اور اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ کی مساعی اور اعلانات ہیں۔

نیز عبدالمنان ناہید صاحب، محمد شفیع اشرف صاحب، امین اللہ خان سالک صاحب، ملک خادم حسین صاحب اور ماسٹر محمد ابراہیم شاد صاحب کا منظوم کلام ہے۔

شمارہ نمبر ۸۔ جون ۵۷ء:۔ "جماعت احمدیہ میں خلافت کے بابرکت نظام کا قیام" حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا مضمون صفحہ ۱ پر۔ صفحہ ۹ پر محمد شفیع اشرف صاحب کا مضمون "اصلی انجیل کہاں ہے"۔ "صلیبی جنگیں" کے عنوان سے صفحہ ۱۳ پر احمد صادق محمود کا مضمون صفحہ ۱۹ پر۔ "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ایک ربانی سلسلہ کا بروقت قیام" از خواجہ خورشید احمد صاحب۔ اس کے علاوہ روشن دین تنویر صاحب کا منظوم کلام صفحہ ۱۷ پر

؎ نغمہ عندلیب زار گیا اے گلو موسم بہار گیا

اور عبدالسلام اختر صاحب ایم۔اے کا کلام صفحہ ۱۸ پر "موج عرفان" کے عنوان سے

بستی بستی گھومنے والو پائی کچھ تسکین کی مایا
اس کی شان کے صدقے جس نے دنیا دے دی آپ نہ آیا

شمارہ نمبر ۹۔ جولائی ۵۷ء:۔ "پیلا طوس ثانی۔ کرنل مانٹیگو ولیم ڈگلس" از قلم مکرم مولوی عبدالقدیر صاحب صفحہ ۷ پر۔ مکرم پروفیسر حبیب اللہ صاحب کا مقالہ "جنگ میں استعمال ہونے والی زہریلی گیسیں" قسط اول صفحہ ۱۵ پر۔ "حج کس طرح کیا جاتا ہے" صفحہ ۲۵ پر از قلم مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی۔

اس کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ کی مساعی اور بچوں کا صفحہ ہے۔ منظوم کلام میں مکرم روشن دین صاحب تنویر کا

کلام صفحہ ۵ پر ہے۔

جینے کی آرزو ہے تو مرنا بھی سیکھ لے
پیاری ہے جاں، تو جاں سے گزرنا بھی سیکھ لے

اور صفحہ ۱۳ پر محمد شفیع اشرف صاحب کا کلام

رواں ہے تیری حمد کا میرے پیارے مرے لب پہ صاف اور شفاف دھارا
تری ذات ہے سب جہانوں کی والی تری ذات ہے بے کسوں کا سہارا

اس کے علاوہ مضطر عارفی صاحب کا کلام اور عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے کی نظم "گرمی" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔

شمارہ نمبر ۱۰۔ اگست ۱۹۵۷ء۔ "صلیب پر کون چڑھایا گیا" کے عنوان سے مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری کا مضمون صفحہ ۵ پر۔ "پاکستان میں آوارہ اور معذور بچوں کا مسئلہ" از قلم رشید احمد صاحب صفحہ ۱۳ پر۔ "جنگ میں استعمال ہونے والی زہریلی گیسیں" قسط دوم صفحہ ۱۷ پر۔ صفحہ ۲۶ پر "تنہائی اور اس کے اثرات"

اس کے علاوہ مجلس خدام الاحمدیہ کے اعلانات اور مساعی اور معلومات عامہ کے لئے صفحات ہیں۔

منظوم کلام میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا کلام۔ کلام الامام کے عنوان سے ہے

بھاگتی ہے دنیا مجھے دیوانہ سمجھ کر
شمع قریب آ رہی ہے پروانہ سمجھ کر

نیز لطف الرحمان صاحب ناز، روشن دین تنویر صاحب اور عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے کا کلام شامل ہے۔

شمارہ نمبر ۱۱۔ ۱۲۔ ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۵۷ء یہ شمارہ خاص نمبر ہے۔ اسکے ابتدائی صفحات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبرک کلام کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب اور حضرت مرزا منور احمد صاحب کے پیغامات ہیں جو اس رسالہ کیلئے خاص طور پر عنایت ہوئے ہیں۔

صفحہ ۱۷ پر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کا مضمون ہے "اسماء الٰہیہ اور ان کے صحیح معنے"۔ "مغرب میں تبلیغ اسلام" یہ مضمون حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب نے خاص طور پر خالد رسالہ کے لئے تحریر فرمایا ہے۔ یہ صفحہ ۲۰ پر ہے۔ "الٰہی جماعت کے نوجوان" از قلم حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب صفحہ ۲۲ پر۔ حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب کا مکتوب گرامی صفحہ ۲۲ پر۔ "اسلام اور اخلاقی اقدار" صفحہ ۴۳ پر از قلم مکرم صوفی بشارت الرحمان صاحب

ایم۔اے۔ "روحانی صحت کے لئے جسمانی صحت کی اہمیت" از قلم میجر ڈاکٹر شاہنواز صاحب صفحہ ۵۱ پر۔

"پسر موعود کی پیشگوئی اور تحریک خدام الاحمدیہ" از قلم مولانا دوست محمد صاحب شاہد صفحہ ۵۶۔ "احمدی نوجوانوں کی ایک اہم ذمہ داری۔ ریسرچ" از قلم مکرم مسعود احمد صاحب صفحہ ۵۹۔ "خدام احمدیت" از قلم صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب صفحہ ۶۲۔ فارغ اوقات کے مفید مشاغل" صفحہ ۶۸ از قلم چوہدری محمد عبداللہ صاحب۔ "بادلوں کا مالک" صفحہ ۷۲ از مکرم حفیظ الرحمان صاحب واحد۔ "ہمارا عہد" صفحہ ۷۴ از قلم مکرم شیخ خورشید احمد صاحب۔ "خدام الاحمدیہ کے بیس سال" (۳۸ء تا ۵۷ء) از مکرم سید عبدالباسط صاحب۔ "قدرت ثانیہ اور خدام الاحمدیہ" از مکرم غلام باری سیف صاحب صفحہ ۸۲ پر۔ اور صفحہ ۸۵ پر مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان کا مضمون بعنوان "حضرت مسیح موعود کا منصب سلطان القلم اور ہم"۔ "پھول اور کانٹے" از قلم مکرم بشیرالدین احمد صاحب سامی صفحہ ۸۷۔

اس کے علاوہ صفحہ ۳۷ پر سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ضروری ہدایات درج ہیں۔

منظومات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فارسی کلام کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پاکیزہ کلام ہے۔

دیگر احمدی شعراء میں سے حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری' حضرت قاضی محمد ظہورالدین صاحب اکمل' مکرم قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی احمدی' مکرم شیخ روشن دین تنویر صاحب' مکرم ثاقب زیروی صاحب' مکرم عبدالسلام صاحب اختر ایم۔اے' مکرم عبدالمنان ناہید صاحب' مکرم آفتاب احمد بسمل صاحب' مکرم شاہد منصور صاحب' مکرم منور نصراللہ خان ایاز صاحب' مکرم افضل ترکی صاحب اور مکرم مبشر احمد راجیکی صاحب کا خوبصورت کلام رسالہ کی زیب و زینت اور افادیت میں اضافہ کر رہا ہے۔

O اس جلد میں نومبر ۵۶ء سے اپریل ۵۷ء تک مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد بحیثیت مدیر رسالہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ کے ساتھ مکرم یحیٰی نفضلی صاحب اور امین اللہ خان صاحب سالک معاون مدیر کی حیثیت سے فرائض بجالاتے رہے۔

اور مئی ۵۷ء سے اکتوبر ۵۷ء تک ایڈیٹر مکرم محمد شفیع صاحب اشرف ہیں اور آپ کے ساتھ بطور معاون امین اللہ خان صاحب سالک ہیں۔ صرف ایک ماہ (جون ۵۷ء) کے لئے بطور معاون عبدالباسط شاہد صاحب کا بھی نام ہے۔

ایک اور قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس جلد کے ہر شمارہ میں ایڈیٹر مدیر کے ساتھ "نگران" کے طور پر مکرم بشارت احمد صاحب بشیر کا نام بھی شائع ہوتا رہا ہے۔

Monthly **Khalid** Rabwah

REGD. NO. L5830 | *Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz* | **JUNE** 1995